كتاب الاسخياء

سخاوت اور سخیوں کے دلچسپ واقعات

امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر بغدادی شافعیؒ
المعروف دارقطنیؒ

ترجمہ حسب فرمائش

حضرت اقدس مفتی محمد اسلم رشادی قاسمی اداو اللہ فیوضھم
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

مترجم

مفتی عبداللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

كتاب الاسخياء

سخاوت اور سخیوں کے
دل چسپ واقعات

امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر بغدادی شافعیؒ
المعروف بدارقطنی

ترجمہ: حسب فرمائش
حضرت اقدس مفتی محمد اسلم رشادی قاسمی ادام اللہ فیوضہم
مہتمم جامعہ غیث الہدی، بنگلور

مترجم
عبداللطیف قاسمی

ناشر
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

کتاب کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نامِ کتاب	:	کتاب الاسخیاء: سخاوت اور سخیوں کے واقعات
مصنف	:	امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر دار قطنیؒ
ترجمہ حسبِ فرمائش	:	حضرت اقدس مفتی محمد اسلم صاحب رشادی قاسمی مدظلہ مہتمم جامعہ غیث الہدی، بنگلور
مترجم	:	مفتی عبداللطیف قاسمی استاذ جامعہ غیث الہدی، بنگلور
صفحات	:	176
تاریخ طباعت	:	جنوری ۲۰۲۵ء
موبائیل نمبر	:	**+91 9986694990**
ای میل	:	abufaizanqasmi@gmail.com
ویب سائٹ	:	faizaneqasmi.com

ملنے کے پتے

Jamia Ghaisul Huda

Shikari Palya, Holimangle

Post: Jigni Bangalore 560105

فہرست مضامین

❂ دعائیہ کلمات: حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی وقاسمی مدظلہ	٦
❂ عرضِ حال	۸
❂ امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ	۱۴
بابِ اوّل: سخاوت کی فضیلت پر مشتمل احادیث	۱۹
❂ اے میرے بندے! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا	۲۰
❂ سونے کا ٹکڑا یاد آ گیا تھا، اس کی تقسیم کے لیے تیزی سے گیا	۲۰
❂ اللہ کے نبی کا کیا گمان ہے؟ اگر ان اشرفیوں کے ساتھ ملاقات کرے	۲۱
❂ سخی آدمی اللہ سے قریب ہوتا ہے	۲۲
❂ سخاوت جنت میں ایک درخت	۲۳
❂ بخل جہنم میں ایک درخت	۲۴
❂ سخی لوگوں سے قریب	۲۴
❂ احسان شناس اور احسان فراموش کے ساتھ حسنِ سلوک	۲۵
❂ دین کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اخلاق کے ذریعے	۲٦
❂ ابدال جنت میں اعمال سے نہیں؛ بلکہ سخاوتِ نفس سے جائیں گے	۲۸
❂ جنت سخیوں کا گھر	۲۹
❂ ہر اچھی بات صدقہ ہے	۳۰
❂ بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کے مثل	۳۰
❂ اللہ اپنے ولی کی فطرت میں سخاوت ودیعت فرماتے ہیں	۳۱
❂ اللہ تعالیٰ کچھ بندوں کو سخاوت پسند پیدا فرماتے ہیں	۳۱

✪ سخی سے لغزش ہوتی ہے، تو اللہ اس کی دست گیری فرماتے ہیں	۳۲
باب دوم: سخیوں کے واقعات	۳۳
✪ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۳۴
✪ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	۳۸
✪ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	۴۴
✪ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۵۰
✪ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	۵۵
✪ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ	۶۵
✪ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۷۷
✪ حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما	۸۱
✪ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما	۸۸
✪ حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ	۹۱
✪ حضرت ضرار بن قعقاع رضی اللہ عنہ	۹۵
✪ حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ	۹۸
✪ حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۱
✪ ابو جعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۵
✪ ابو الحسن موسی بن جعفر (موسی کاظم) رحمہ اللہ	۱۰۷
✪ حضرت عبید اللہ بن ابو بکرہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰
✪ حضرت خیثمہ بن عبد الرحمٰن کوفی رحمہ اللہ	۱۱۶
✪ فقیہ شام حضرت مکحول رحمہ اللہ	۱۱۹
✪ حکم بن مطلب بن عبد اللہ قرشی مخزومی	۱۲۱
✪ حضرات تابعینؒ کا ایک ضرورت مند کے تعاون میں سبقت	۱۲۶

✪ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ رحمہ اللہ	۱۲۸
✪عباسی خلیفہ محمد بن عبداللہ مہدی	۱۳۱
✪عمارہ بن حمزہ ہاشمی	۱۳۵
✪امام المغازی محمد بن عمر واقدیؒ	۱۳۹
✪عباسی وزیر یحیی بن خالد برمکی	۱۴۶
✪عباسی وزیر جعفر بن یحیی بن خالد برمکی	۱۵۱
✪عباسی وزیر فضل بن یحیی بن خالد برمکی	۱۵۵
✪ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس المعروف بالامام	۱۵۶
✪طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق	۱۵۹
✪طلحہ بن طاہر بن حسین	۱۶۳
✪یزید بن مہلب بن ابی صفرہ ازدی	۱۶۵
✪عباسی وزیر یعقوب بن داؤد بن عمر	۱۶۷
✪عبدالرحمٰن کندی	۱۶۹
✪معن بن زائدہ	۱۷۲
✪محمد بن عباد	۱۷۴
فہرست مصادر و مراجع	۱۷۵

دعائیہ کلمات

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی وقاسمی مدظلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جود وسخا، کرم وعطا، داو ودہش ،نوازش وبخشش پسندیدہ خوبی ہے ،اسلام نے اس خوبی کو ایمان ویقین کے ساتھ جوڑا ہے، جسے اپنے رب سے ملنے کا یقین ہوتا ہے، وہی کشادہ دستی وفراخ دستی کا مظاہرہ کر پاتا ہے، ''یقین کی کمزوری'' مال کو خرچ کی ہمت نہیں دے پاتی ؛ بلکہ اس کو جی جان سے لگائے رکھنے پر مجبور کرتی ہے اور یہی اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

اللہ جل شانہٗ اکرم الاکرمین ہیں ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس ہیں اور صحابہ کی شان ''**وفی اموالھم حق للسائل والمحروم**'' ہے،اولیاء اللہ عطا وسخا کی ہی سیڑھی سے قربِ الٰہی کے عظیم مرتبوں پر پہونچتے ہیں۔

مختلف مواقع سے انفاق کی ترغیب کے لیے احادیث وواقعات دیکھنے کی ضرورت پیش آتی رہی، اسی تلاش وجستجو کے دوران ''کتاب الاسخیاء'' کے قلمی نسخہ کا ''پی، ڈی، یف'' ڈاؤن لوڈ کیا اور اس سے استفادے کا موقع ملا، تو احساس ہوا کہ ان اسخیاء کے واقعات اُمت کے سامنے لائے جانے چاہئیں۔

اس قلمی نسخے کے PDF کو احقر نے مولانا مفتی عبداللطیف صاحب قاسمی زید علمہ وفضلہ کے حوالے کر کے گزارش کی کہ اس کی تحقیق وترجمہ ہوجائے ،حسبِ معمول عزیز مکرم نے تن دہی ،ومحنت سے اس کام کو پورا کرلیا ہے، اب یہ کتاب طباعت کے لیے تیار ہے۔**فجزاہ اللہ خیر الجزاء**.

تاریخ میں اور بھی اسخیاء رہے ہیں، ماضی قریب میں ہمارے اکابر کے بھی اس سلسلے سے بے شمار واقعات ہیں، دلی تمنا ہے کہ ان واقعات کو جمع کیا جائے، اس سلسلے سے بھی کام شروع کیا گیا ہے، اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ بہت جلد وہ مجموعہ بھی تیار ہوگا اور آپ کے ہاتھوں میں پہونچے گا۔

اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ مولانا مفتی عبداللطیف قاسمی زید علمہ وفضلہ کو ان کی سعی وکاوش کا بہترین بدلہ نصیب فرمائے اور اس کتاب سے جو ذرۂ خیر وجود میں آئے، ہمیں بھی اس میں کچھ حصہ نصیب فرمائے۔ آمین

(حضرت اقدس مولانا مفتی) محمد اسلم رشادی، غفرلہ
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور
بروز ہفتہ، ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ
۳۰/ نومبر ۲۰۲۴ء

۞---۞---۞

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرضِ حال

چوتھی صدی ہجری کے عظیم محدث امام دارقطنیؒ کی کتاب ''کتاب الاسخیاء والاجواد، وصفۃ الکرم، وذم البخل'' کا قلمی مخطوطہ جس کو محمد بن ابوالقاسم بن عبدالحمید شافعی نے امام دارقطنیؒ کے اصل نسخے سے نقل کیا ہے، یہ قلمی نسخہ ''ICCR'' لائبریری، نئی دہلی، (انڈین، کونسل فور کلچر ریلیشن، نئی دہلی، Indin coucil for cultural relations new delhi) میں بھی موجود ہے۔

اس نسخے کی قلمی کاپی استاذ محترم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی وقاسمی مدظلہ کو دست یاب ہوئی، آپ نے اس کو تحقیق وتعلیق کے بعد زیورِ طباعت سے آراستہ فرما کر امام دارقطنیؒ کی اس امانت کو امت کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا۔

آپ نے اس عظیم کام کی تکمیل کے لیے مذکورہ بالا قلمی نسخہ اواخرِ ذی الحجہ ۱۴۴۴ میں نہایت ضعیف، ناتواں اور تہی دامن وتہی دست بندے کے سپرد فرما کر اس کی تحقیق وتعلیق کا حکم فرمایا، بظاہر ابھی تک اس قلمی نسخے کی تحقیق اور طباعت نہیں ہوئی تھی، بندے نے اللہ کی توفیق اور استاذ محترم کی دعاؤں سے اس قلمی نسخے کی تحقیق شروع کی۔

قلمی نسخے کی کتابت نہایت غیر واضح تھی؛ لیکن دیگر کتب سے مراجعت اور مواز نے سے کام شروع کیا گیا، تو خطیب بغدادیؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ بغداد'' اور حافظ ابن عساکرؒ کی مایہء ناز کتاب ''تاریخ دمشق'' المعروف ب ''تاریخ ابن عساکر'' میں امام دارقطنیؒ ہی کی سند سے زیر بحث کتاب کی اکثر روایات وحکایات کو پایا، حافظ زین الدین عراقیؒ نے امام غزالیؒ کی کتاب ''احیاء علوم الدین'' کی احادیث کی تخریج ''المغنی عن حمل

الاسفار فی الاسفار‘‘ میں امام دارقطنیؒ کی زیر بحث کتاب ’’المستجاد‘‘ کے نام سے کئی روایات کی تخریج وتحقیق کی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ’’الاصابۃ‘‘ اور ’’لسان المیزان‘‘ میں، علامہ ابن الجوزی نے ’’الموضوعات‘‘ میں علامہ سیوطی نے ’’اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ‘‘ میں، علامہ سخاوی نے ’’المقاصد الحسنہ‘‘ میں، علامہ مناوی نے ’’فیض القدیر‘‘ میں علامہ کتانی نے ’’تنزیہ الشریعۃ‘‘ میں اور علامہ حموی نے ’’معجم الادباء‘‘ میں امام دارقطنیؒ کی مذکورہ کتاب کا حوالہ دیا ہے، بندے نے مذکورہ بالا کتب کی مراجعت سے تحقیق وتخریج مکمل کی ہے۔

اس قلمی نسخے کی کل روایات وحکایات کی تخریج مذکورہ بالا کتب کی مدد سے الحمدللہ پوری ہوگئی؛ البتہ ممکنہ مراجعتی کتب اور بندۂ ناچیز کی ناقص تلاش وجستجو کے موافق صرف ایک روایت کی تخریج باقی رہ گئی تھی، جب دوبارہ اس روایت کی تخریج کی ممکنہ کوشش میں مصروف تھا کہ خیال آیا کہ حافظ عراقیؒ نے ’’احیاء علوم الدین‘‘ کی احادیث کی تخریج ’’المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار‘‘ میں رواہ الدارقطنی فی ’’المستجاد‘‘ کے نام سے حوالہ دیا ہے، نیز علامہ سیوطی نے ’’اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ‘‘ میں رواہ الدارقطنی فی ’’المستجاد‘‘ کے الفاظ سے روایات کی تخریج کی ہے، اس لیے احقر نے نیٹ پر ’’المستجاد‘‘ نامی کتاب کی تلاش شروع کی، تو نیٹ پر ’’المستجاد من فعلات الاجواد‘‘ نامی کتاب دستیاب ہوئی۔

اس کتاب کو ایک عربی خاتون ام عبداللہ بنت محروس عسلی صاحبہ نے ابوعبداللہ محمود بن محمد الحداد کی زیر نگرانی امام دارقطنیؒ کی مذکورہ بالا کتاب کی تحقیق، تخریج اور تعلیق کے ساتھ ’’المستجاد من فعلات الاجواد‘‘ کے نام سے ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں مکتبہ ’’دار سعد للنشر والتوزیع‘‘ بالریاض سے شائع کیا ہے۔

ام عبداللہ صاحبہ نے جس قلمی مخطوطے کی تحقیق کی ہے، وہ وہی نسخہ جو ہمارے پاس ہے، ICCR لائبریری، انڈین کونسل فور کلچر ریلیشن، نئی دہلی، Indin coucil for cultural relations new delhi) اس نسخے پر لائبریری کی مہر بھی چسپاں ہے،

محققہ صاحبہ نے بھی انہیں کتابوں کی طرف مراجعت کی ہے، جن کی طرف احقر نے مراجعت کی۔ **فللّٰه الحمد علی ذالك.**

امّ عبداللہ صاحبہ نے اس کتاب میں اپنی ترتیب قائم کی ہے، اوّلاً حضرات صحابہ کے واقعات کو بالترتیب ذکر کیا ہے، اس کے بعد تابعین اور دیگر اسخیاء کے واقعات کو بیان کیا ہے، نیز موصوفہ نے عرب محققین کے نہج کے مطابق ابتدائے کتاب میں مذکور روایات کی تخریج میں تمام ممکنہ کتب سے تخریج کردی ہے، حکایات نقل کرنے کے بعد کسی ایک دوراوی پر کلام پر اکتفاء کیا ہے اور یہ کتاب ''المستجاد من فعلات الاجواد'' کے نام سے نیٹ پر موجود ہے۔

عبداللہ بن ضیف اللہ رحیلی نے لکھا ہے کہ ''**المستجاد من فعل الاجواد**'' ۱۳۹۹ھ میں مدینہ منورہ، مکتبہ سلفیہ سے اور کویت سے شائع ہوئی ہے، ۱۴۰۲ھ میں دارالکتب العلمیہ'' بیروت سے صاف ستھرا نسخہ شائع ہوا ہے؛ لیکن بسیار جستجو کے باجود یہ نسخے ابھی ہمیں دستیاب نہیں ہوسکے۔

استاذِ محترم حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ کا ارادہ تھا کہ امام دارقطنیؒ کی مذکورہ بالا کتاب کو اوّلاً عربی زبان ہی میں تحقیق، تخریج اور تعلیق کے ساتھ طبع کرایا جائے؛ تاکہ اصل کتاب اصل صورت میں امت کے سامنے پیش کی جائے، علمائے کرام اور عرب حضرات براہِ راست کتاب سے استفادہ کرسکیں، نیز اردوداں طبقے کے استفادے کی غرض سے اردو زبان میں بھی اس کا سلیس، شستہ اور بامحاورہ ترجمہ کیا جائے، اسخیاء کا مختصر تعارف، کتاب میں مذکور احادیث اور واقعات سے مستنبط ہونے والے فوائد کو بھی مختصر انداز میں پیش کیا جائے۔

جب ام عبداللہ صاحبہ نے اس کتاب کو اپنی تحقیق سے سعودی عرب ریاض سے شائع کردیا ہے، تو ہم نے سردست عربی زبان میں شائع کرنے کا ارادہ موقوف کردیا، اگرچہ اس کتاب کو مفید تعلیقات وحواشی، مشکل الفاظ ومقامات کی تشریح سے آراستہ کرنے اور امام دارقطنیؒ کے ترتیب کے موافق عربی نسخہ طبع کرانے کی ابھی بھی ضرورت باقی ہے،

ان شاء اللہ العزیز خدائے علیم وقدیر کی نصرت وتوفیق شامل رہی تو کسی وقت اس کام کو بھی مکمل کیا جائے گا۔

فی الحال امام دارقطنیؒ کی مذکورہ بالا کتاب کا اردو زبان میں آسان با محاورہ ترجمہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف) امام دارقطنیؒ نے کتاب کے شروع میں پندرہ (۱۵) احادیث ذکر کیں ہیں:

حافظ زین الدین عراقیؒ نے ''احیاء علوم الدین'' کی احادیث کی تخریج ''**المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار**'' ''کتاب ذم البخل والجاہ'' میں احادیث کی تخریج فرما کر امام دارقطنیؒ کی کتاب ''**المستجاد**'' (یعنی کتاب الاسخیاء) کا حوالہ دیا ہے، ام عبداللہ صاحبہ نے ان احادیث کو اپنی تخریج کردہ کتاب میں جمع کیا ہے، قلمی نسخے کی احادیث پندرہ اور حافظ عراقی کی زاید احادیث، کل ستائیس (۲۷) احادیث ہوئیں، چوں کہ یہ رِوایات موضوع سے متعلق ہیں، لہٰذا ہم نے بھی اردو داں طبقے کے فائدے کے لیے ان کو پیش کیا ہے۔

(ب) ترجمے میں کتاب میں مذکور احادیث کی تخریج اور بقدر ضرورت تشریح کی گئی ہے، اُردو ترجمے میں سند پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے اس کتاب میں صرف صحابی کا نام اور متنِ حدیث ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

(ج): امام دارقطنیؒ نے اسخیاء کے اڑسٹھ (٦٨) واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

(د) امام دارقطنیؒ کا نام ذکر کرنے کے بعد اصل کتاب ''کتاب الاسخیاء'' کے واقعات کو جلی قلم سے ممتاز کیا گیا ہے؛ تاکہ اصل کتاب کے واقعے کو قارئین کرام بآسانی پہنچان سکیں۔

ابتدائے واقعہ میں سخی کا تعارف اور واقعات کے بعد ان سے مستنبط ہونے والے فوائد، عبرتوں اور نصیحتوں کو قارئین کرام کی خدمت میں مختصراً پیش کیا گیا ہے۔

کل پینتیس اسخیاء کے واقعات مذکور ہیں، جن میں سے بارہ حضراتِ صحابہ، آٹھ تابعین اور دیگر خلفاء وامراء کی سخاوت کے واقعات مذکور ہیں۔

(د) ہندوستانی قلمی نسخوں کے سرورق پر ''کتاب الاسخیاء والاجواد و صفة الکرم و ذم البخل'' لکھا ہوا ہے، علامہ عراقیؒ نے ''احیاء علوم الدین'' کی احادیث کی تخریج میں ''رواہ الدارقطنی فی ''المستجاد'' کے الفاظ سے تخریج کی ہے، علامہ سخاوی، علامہ سیوطی، علامہ مناوی اور حاجی خلیفہ نے ''المستجاد من فعل الاجواد'' کا ذکر کیا ہے۔

دنیا کی عظیم لائبریری ''واٹیکین لائبریری VATICANL LIBRARIY)) میں بقول ام عبداللہ بنت محروس صاحبہ ''المستجاد من فعلات الاجواد'' مذکورہ کتاب کا نام لکھا ہوا ہے، موصوفہ صاحبہ نے بھی یہی نام رکھا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''لسان المیزان'' میں ''المستجاد من فعل الاجواد'' ہی لکھا ہے؛ البتہ ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' میں نسطاس کے واقعے میں ''وقع ذکرہ فی ''کتاب الاسخیاء'' للدارقطنی'' لکھا ہے۔

کتاب تین مختلف ناموں سے ذکر کی گئی ہے، درحقیقت امام دارقطنی کی ایک ہی کتاب ہے جس کو مختلف راویوں اور ناقلین نے الگ الگ ناموں سے ذکر کر دیا ہے۔

ہندوستانی قلمی نسخوں میں جو نام لکھا ہوا ہے، اس نام کے تمام اجزاء کتاب کے مواد میں موجود نہیں ہیں، ممکن ہے؛ بلکہ امام دارقطنیؒ کی عالمانہ و محققانہ شخصیت سے یہی ظنِ غالب ہے کہ امام دارقطنیؒ نے کتاب کے لیے جو نام تجویز کیا تھا، اسی کے موافق کتاب کی ترتیب کا ارادہ ہو، مصروفیتوں کے باعث، یا عمر کی بے وفائی کی بنا پر کتاب ناقص رہ گئی ہو، لہٰذا ہمیں دست یاب نسخے کے مشتملات کے لحاظ سے اور حافظ ابن حجرؒ کے پیروی کے اعتبار سے کتاب کا نام ''کتاب الاسخیاء'' ہی زیادہ مناسب معلوم ہوا، اس لیے ہم نے بھی کتاب کا نام ''کتاب الاسخیاء'' ہی رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ استاذِ محترم حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر نصیب فرمائے، اللہ اپنے نیک و مقبول بندوں میں آپ کو شامل فرمائے، صحت و عافیت کے ساتھ آپ کی عمر دراز فرمائے، آپ کے فیوض و برکات کو مزید عام و تام فرمائے، مجھ جیسے بے مایہ و تہی دامن بندے کو بلند پایہ محدث و نقاد حافظِ حدیث امام دارقطنیؒ کے قلمی نسخے کی تحقیق کا حکم

فرمایا، اللہ تعالیٰ اس نسخے کی تحقیق کے بہانے سے حافظ ابوبکر خطیب بغدادیؒ کی کتاب ''تاریخ بغداد'' جو بیس اجزاء پر مشتمل ہے اور حافظ ابن عساکرؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ مدینۃ دمشق'' جو اسی (۸۰) اجزاء میں اسلامی تاریخ پر مشتمل ہے، اسلامی تاریخ کے ان دو عظیم کتابوں کی ورق گردانی کا زریں موقع نصیب فرمایا، یہی ایک توفیق بجائے خود ایک بڑی نعمت وسعادت ہے، مزید براں امام دارقطنیؒ کے مذکورہ بالا کتاب کی تخریج کے پیش نظر اور ہمارے جامعہ کے کتب خانے کی رونق وزینت میں ایک قیمتی اضافے کے لیے ''تاریخ بغداد'' کو بارہ ہزار روپے اور ''تاریخ مدینۃ دمشق'' کو پچپن ہزار روپے میں خریدا گیا ہے، اسلامی تاریخ کی ان عظیم کتابوں سے۔ان شاء اللہ۔خوب استفادے کا موقع ملے گا۔

اللہ رب العزت کی خصوصی رحمتوں وعنایتوں پر شکر گذار ہوں کہ اس کی توفیق سے یہ کام انجام کو پہنچا اور اس کی کریم ذات سے دعا گو ہوں کہ امام دارقطنیؒ کی اس کتاب اور اس کے ترجمے کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے، امت کے لیے سودمند مصنف، مترجم اور معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین یارب **العلمین**.

طالب دعا:

عبداللطیف قاسمی

خادم تدریس: جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ

نام ونسب

آپ کا نام علی بن عمر بن احمد بن مہدی ہے، ابوالحسن کنیت ہے، دنیائے اسلام کے عظیم علمی شہر بغداد کے محلہ ''دار القطن'' میں ایک علمی و دینی خانوادے میں بروز جمعرات تین سو چھ ہجری ۳۰۶ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۸ ۵۳ ۳، ۱۳/ ۴۱۴)

تحصیل علم

آپ کا خاندان، اہل علم وفضل کا خاندان تھا، آپ کے والد عمر بن احمد ثقہ محدث تھے، جن کی آغوش میں امام دارقطنیؒ نے پرورش پائی اور صغر سنی ہی سے طلبِ علم کا شوق پروان چڑھنے لگا، جب آپ کی عمر نو سال کی تھی، تو درس حدیث میں شرکت کرنے لگے۔

یوسف قواس کہتے ہیں:

ہم ابوالقاسم بغویؒ کی مجلسِ درس میں شرکت کے لیے جاتے تھے، دارقطنی ہاتھ میں روٹی اور سالن لے کر ہمارے پیچھے پیچھے آجاتے، کم عمری کی وجہ سے جب انہیں مجلسِ درس میں شرکت کی اجازت نہیں ملتی، تو دروازے پر بیٹھ کر رونے لگتے۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۴۰۴، ۱۰/ ۲۶)

قوت حافظہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت قوی حافظہ عطا فرمایا تھا، آپ کے شاگرد رشید امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں:

میرے استاذ ابوعبداللہ بن ابی ذہل حج کے لیے تشریف لے گئے، واپس آکر دارقطنیؒ کے قوتِ حافظہ کی اتنی تعریف کرنے لگے کہ مجھے ان کی بات پر یقین نہیں آتا تھا؛

یہاں تک کہ ۳۶۷ھ میں نے حج کا سفر کیا، پھر بغداد آکر چار ماہ سے زیادہ قیام کیا اور دن رات آپ سے عللِ حدیث اور اسمائے رجال کے سلسلے میں استفادہ کرتا رہا، میرے استاذ ابن ابی ذہل ان کے قوتِ حافظہ کی جس قدر تعریف کرتے تھے، میں نے ان کے حافظے کو اس سے زیادہ قوی پایا۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/ ۴۱۵)

آپ محدث اسماعیل صفار کی مجلسِ درس میں شریک تھے، احادیث کا سماع کر رہے تھے، ایک دوسری کاپی بھی نقل کرتے رہے، پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: مجلس درس میں تمہاری حاضری اور سماعِ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں، اسماعیل صفار احادیث کا املا کرا رہے ہیں، تم دوسری کاپی نقل کر رہے ہو؟ امام دارقطنیؒ نے فرمایا: سماعِ حدیث کے لیے میرا طریقہ الگ ہے، تمہارا طریقہ الگ ہے، پھر ان صاحب سے سوال کیا، استاذ کی کتنی احادیث تمہیں یاد ہوئیں؟ انہوں نے کہا: کچھ یاد نہیں ہوئیں، امام دارقطنیؒ نے فرمایا: استاذ نے اٹھارہ حدیثیں املا کرائی ہیں، فلاں حدیث فلاں سند سے، فلاں روایت فلاں سند سے بیان کی ہیں، یہ کہہ کر استاذ کی املا کرائی ہوئی ساری احادیث مع اسانید بیان کیں، حاضرین کو بہت تعجب ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/ ۴۱۶)

آپ کو مشہور شیعہ شاعر سید حمیری (جس میں دوسو بائیس قصائد ہیں، ہر قصیدے میں کئی اشعار ہیں) کا پورا دیوان زبانی یاد تھا، اسی وجہ سے بعض لوگوں نے آپ کو شیعیت کی طرف منسوب کر دیا؛ حالاں کہ آپ صحیح العقیدہ سنی عالم دین تھے۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/ ۴۱۶)

عللِ حدیث میں امام دارقطنیؒ کی ایک لاجواب کتاب ہے، آپ کے شاگرد ابوبکر برقانیؒ نے عللِ حدیث کے متعلق بے شمار سوالات کرتے رہے، آپ زبانی املا کراتے رہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/ ۴۱۷)

عبیداللہ بن احمد بن عثمان ازہری کہتے ہیں:

امام دارقطنیؒ نہایت ذکی اور ذہین تھے، کسی بھی علم وفن سے متعلق کوئی مذاکرہ ہوتا، تو اس علم وفن سے متعلق آپ کے پاس اس فن کا ایک وافر حصہ موجود ہوتا، ایک مرتبہ ایک

دوست کے پاس عشائیہ کی دعوت میں حاضر ہوئے ،مجلس میں زیادہ کھانے والوں کا ذکر آیا ،تو امام دارقطنیؒ نے زیادہ کھانے والوں کی حکایات وواقعات دیر رات تک سناتے چلے گئے۔(ملخص از سیر اعلام النبلاء ،ترجمہ:۳۵۳۸، ۱۳ / ۴۱۷)

آپ کے اساتذہ

آپ نے مختلف اساتذۂ علم وفن سے علم حاصل کیا ہے ،جن میں ابوالقاسم بغوی ، اسماعیل صفار ، یحی بن محمد بن صاعد ،محمد بن قاسم بن زکریا محاربی ،ابوبکر بن زیاد نیساپوری رحمہم اللہ ،ان کے علاوہ بہت سارے اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے۔
(ملخص از: سیر اعلام النبلاء ،ترجمہ:۳۵۳۸، ۱۳ / ۴۱۴)

علمِ قراءت ابوالحسن احمد بن بوبان ،ابوبکر نقاش ،احمد بن محمد دیباجی رحمہم اللہ وغیرہ سے حاصل کیا۔(سیر اعلام النبلاء ،ترجمہ:۳۵۳۸، ۱۳ / ۴۱۵)

آپ کا علمی مقام ومرتبہ

امام ابوالحسن دارقطنیؒ کا شمار ممتاز محدثینِ کرام میں ہوتا ہے ،آپ ایک بلند پایہ محدث ،متبحر عالم اور جملہ علوم اسلامیہ میں کامل دست گاہ رکھتے تھے ،امام دارقطنیؒ کی شہرت ،حدیث میں بدرجہ اتم کمال حاصل کرنے سے ہوئی ،ائمہ فن اور نامور محدثینِ کرام نے اُن کے عظیم المرتبت اور صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

امام دارقطنیؒ یکتائے روزگار ،اپنے وقت کے امام ،محبوبِ زمانہ تھے ،آپ علم نحو وصرف ، شعر وادب کے امام تھے ،مجود ،مقری اور علومِ قراءت کے ماہر ومصنف تھے ،علم حدیث ، معرفتِ علل حدیث اور اسمائے رجال کے زبردست ،منفرد اور بے مثال عالم تھے ،آپ کو مجتہدین فقہاء کے مذاہب سے واقفیتِ تامہ حاصل تھی ،آپ مسلکاً شافعی تھے ،علمِ فقہ ابوسعید اصطخری سے حاصل کیا۔(ملخص از سیر اعلام النبلاء ،ترجمہ:۳۵۳۸، ۱۳ / ۴۱۴)

حافظ عبدالغنی بن سعید ازدی مصری کہتے ہیں:

امام دارقطنیؒ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/ ۴۱۷)

آپ کو علم حدیث، علل حدیث اور اسمائے رجال پر جرح وتعدیل میں ید طولی حاصل تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

یااھل بغداد ! لاتظنوا ان احدا یقدر یکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وانا حی. (تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۴۰۴، ۱۰/ ۲۶)

اے اہل بغداد ! جب تک میں زندہ رہوں، اُس وقت تک کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی احادیث کی نسبت کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔(میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کروں گا، جو غلط روایات ہیں، ان کی غلطی کو واضح کرنے پر الحمدللہ مجھے قدرت وملکہ حاصل ہے)

ابو ذر کہتے ہیں: میں نے امام حاکم ابو عبد اللہؒ سے پوچھا:

کیا تم نے (علم وفضل میں) امام دارقطنیؒ کے جیسا کسی شخص کو دیکھا ہے؟ امام حاکمؒ نے فرمایا: خود امام دارقطنیؒ نے بھی اپنے جیسا کسی کو نہیں دیکھا (یعنی علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے)۔(ملخص از سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/ ۴۱۶)

ابو نصر علی بن ہبۃ اللہ کہتے ہیں:

میں رمضان المبارک میں ایک رات خواب دیکھا، گویا میں ابو الحسن دارقطنیؒ کے تعلق سے کچھ دریافت کر رہا ہوں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا ہے، مجھ سے کہا گیا: امام دارقطنیؒ کو جنت میں ''امام'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے، (گویا دنیا میں علمِ حدیث کے امام تھے، اللہ نے جنت میں بھی وہی مقام ومرتبہ عطا فرمایا)۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۴۰۴، ۱۰/ ۳۱)

آپ کے تلامذہ

بغداد، دمشق، مصر اور دیگر دور دراز علاقوں سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر

ہونے والے علماء کی ایک بڑی تعداد ہے، جنہوں نے آپ سے علم حاصل کیا، نامور ومشہور زمانہ محدثین میں صاحب ''المستدرك على الصحيحين'' امام حافظ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، صاحب ''حلیۃ الاولیاء'' ابونعیم اصبہانی، ابومحمد عبدالغنی بن سعید ازدی مصری، قاضی ابوطیب طبری اور ابوعبدالرحمن سلمی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں، ان کے علوم وفیوض سے آج تک امت مستفیض ہو رہی ہے۔ (ملخص از سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/۴۱۴)

تصنیف وتالیف

امام دارقطنیؒ صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے، حسنِ تصنیف وتالیف میں مشہور ہیں، تقریباً نوے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، آپ کی تمام تصانیف نہایت مفید اور علمی تحقیقات پر مشتمل ہیں، علم القراءت میں سب سے پہلے ابواب کی ترتیب پر علوم قراءت کو مرتب کیا، بعد میں آنے والے مصنّفین نے علم قراءت میں آپ ہی کی اتباع کی۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۵۳۸، ۱۳/۴۱۷)

آپ کی زیادہ تر تصانیف حدیث، اصول حدیث اور اسمائے رجال کے موضوع پر ہیں، جن میں بعض اہم ومشہور تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) السنن (۲) رؤیۃ اللہ (۳) الصفات (۴) النزول (۵) الضعفاء والمتر وکون (۶) المؤتلف والمختلف (۷) علل (۸) فضائل الصحابۃ (۹) الافراد (۱۰) کتاب الاسخیاء

وفات

بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب شہر بغداد میں ۸/ذی الحجہ ۳۸۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی، مقبرہ ''باب الدیر'' میں مشہور بزرگ معروف کرخیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۴۰۴، ۱۰/۳۰)

بابِ اوّل

سخاوت کی فضیلت پر مشتمل احادیث

حدیث (۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنْفِقْ، أُنْفِقْ عَلَيْكَ، وَ قَالَ: يَدُ اللهِ مَلْأَى، لَا تَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ، وَالنَّهَارَ، وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ، وَالأَرْضَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ، وَبِيَدِهِ المِيزَانُ، يَخْفِضُ، وَيَرْفَعُ.

(رواه البخاری، فی کتاب التفسیر، باب قوله وكان عرشه علی الماء: ٤٦٨٤، ومسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على النفقة: ٩٩٣)

(اے میرے بندے!) تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ (خزانہ) بھرا ہوا ہے، دن رات بے انتہا خرچ کرنے سے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی، تم ہی بتاؤ، جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، (تب سے وہ برابر اپنی مخلوق پر خرچ کر رہا ہے، اس کے باوجود) اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی، اللہ کا عرش پانی پر تھا، اسی کے قبضۂ قدرت میں میزان ہے، جس کو وہ جھکاتا ہے اور اٹھاتا ہے۔ (یعنی جس کو چاہتا ہے، اس کو وسعت اور فراوانی کے ساتھ رزق عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے، رزق کی کمی میں مبتلا کرتا ہے)

تشریح:

حدیث قدسی میں ارشادِ خداوندی ہے:

اے انسان! تو راہِ خدا میں، رشتہ داروں، محتاجوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کر، میرے خزانے بھرے ہوئے ہیں، میں تجھے اس کا بدل دنیا میں بھی عطا کروں گا اور آخرت میں اجر وثواب دوں گا۔

حدیث (۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

(رواہ البخاری بهذا اللفظ عن عقبة الحارث، كتاب الصلوٰة، باب من صلی بالناس، فذكر حاجة: ۸۵۱)

میں نے مدینہ طیبہ میں نمازِ عصر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ادا کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا سلام پھیرا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اٹھ کر نہایت تیزی اور جلدی کے ساتھ لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے کسی ام المومنین کے گھر تشریف لے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر جلدی اور عجلت کے ساتھ گھر تشریف لے جانے کی وجہ سے لوگوں میں تشویش پیدا ہوگئی، لوگ گھبرا گئے، (معلوم نہیں کیا بات پیش آ گئی؟ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی کے ساتھ گھر تشریف لے گئے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان سے واپس تشریف لے آئے، آپ نے محسوس فرمالیا کہ حضرات صحابہ حیران و پریشان ہوئے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا جو میرے پاس (گھر میں) رکھا ہوا تھا، مجھے یہ بات بہت ہی گراں گذری کہ (خدانخواستہ موت آ جائے اور وہ سونے کا ٹکڑا میرے ہی پاس رہ جائے اور میدانِ حشر میں) اس کی جواب دہی اور اس کا حساب مجھے روک لے، اس لیے میں اُس سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کرنے کا حکم دے کر واپس آیا۔

حدیث (۳)

حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت مروی ہے۔ (امام دارقطنیؒ نے صرف سند لکھی ہے، متن ذکر نہیں کیا ہے،)

مسند احمد میں وہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ سے مروی ہے

قَالَتْ: وَكَانَ لَهُ عِنْدِي سِتَّةُ دَنَانِيرَ، قَالَ مُوسَى (احدالرواۃ) أَوْ سَبْعَةٌ، قَالَتْ: فَأَمَرَنِي نَبِيُّ اللّٰهِ أَنْ أُفَرِّقَهَا، قَالَتْ: فَشَغَلَنِي وَجَعُ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى عَافَاهُ اللّٰهُ، قَالَتْ: ثُمَّ سَأَلَنِي عَنْهَا، فَقَالَ: مَا فَعَلَتِ السِّتَّةُ؟ قَالَ: اَوِ السَّبْعَةُ؟ قُلْتُ: لَا وَاللّٰهِ، لَقَدْ كَانَ شَغَلَنِي وَجَعُكَ، قَالَتْ: فَدَعَا بِهَا، ثُمَّ صَفَّهَا فِي كَفِّهِ، فَقَالَ: مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللّٰهِ؟ لَوْ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَهٰذِهِ عِنْدَهُ؟

(رواه احمد، مسندالصديقه، :٢٥٤٧٠، دارالكتب العلمية بيروت، المكتبة الشاملة: ٢٤٧٣٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(مرض الوفات میں) میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی چھ یا سات اشرفیاں تھیں (اسی وقت کہیں سے آ گئی ہوں گی) حضور ﷺ نے مجھے ان اشرفیوں کو تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، آپ کی بیماری کی شدت کی وجہ سے تقسیم کا موقع نہیں ملا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: وہ چھ/سات اشرفیاں کیا ہوئیں؟ (تقسیم ہو گئیں یا نہیں؟) میں نے عرض کیا: خدا کی قسم آپ کی بیماری کی وجہ سے ان کی تقسیم کا بالکل موقع نہیں ملا، آپ نے فرمایا: وہ اشرفیاں لے کر آؤ، پھر ان کو ہاتھ میں رکھا اور فرمایا: اللہ کے نبی کا کیا گمان ہے؟ (یعنی ان کو کس قدر ندامت اور شرمندگی اٹھانی پڑے گی) اگر اس حال میں وہ اللہ جل شانہ کے دربار میں پہنچیں کہ وہ اشرفیاں ان کے پاس ہوں۔

حدیث (۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِيبٌ مِنَ الْخَيْرِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ. وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ، بَعِيدٌ مِنَ الْخَيْرِ، بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِيبٌ

إِلَى النَّارِ. (الترغيب في فضائل الاعمال لابن شاهين: ٢٦٦ والطبراني في الاوسط: ٢٣٦٣، والبيهقي في شعب الايمان، الجودو السخاء: ١٠٨٤٧، المكتبة الشامله: ١٠٣٥٢)

سخی آدمی اللہ سے قریب ہوتا ہے، خیر (رحمتوں، برکتوں دنیوی اور اخروی بھلائیوں) سے قریب ہوتا ہے، لوگوں (کے دلوں) سے قریب ہوتا ہے، (اپنی سخاوت کی وجہ سے) جنت سے قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے، بخیل انسان (اپنے بخل کی وجہ سے) اللہ (کی رحمت) سے دور ہوتا ہے، خیر وبھلائی سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے اور جہنم سے قریب ہوتا ہے۔

حدیث (۵)

جعفر بن محمد اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

السَّخَاءُ شَجَرَةٌ مِنْ شَجَرِ الْجَنَّةِ، أَغْصَانُهَا مُتَدَلِيَاتٌ فِي الدُّنْيَا، فَمَنْ أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا، قَادَهُ ذَلِكَ الْغُصْنُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَالْبُخْلُ شَجَرَةٌ مِنْ شَجَرِ النَّارِ، أَغْصَانُهَا مُتَدَلِيَاتٌ فِي الدُّنْيَا، فَمَنْ أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا، قَادَهُ ذَلِكَ الْغُصْنُ إِلَى النَّارِ.

(رواه البيهقي في شعب الايمان، الجودوالسخاء: ١٠٨٧٥، المكتبة الشاملة: ١٠٣٧٥)

سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے، جس کی ٹہنیاں اور شاخیں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں، جو شخص اُس درخت کی کسی ٹہنی اور شاخ کو پکڑ لے گا، تو وہ ٹہنی اس کو جنت تک پہنچادے گی، بخل جہنم کے درختوں میں سے ایک درخت ہے، اس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں، جو شخص اس درخت کی کسی ٹہنی کو پکڑ لے گا، تو وہ ٹہنی اس کو جہنم میں پہنچادے گی۔

تشریح:

ظاہر ہے کہ آدمی جس درخت کی ٹہنی پکڑے گا، وہ ٹہنی اس کو اس کی جڑ اور اصل تک پہنچادے گی، آدمی جنت کے درخت کی ٹہنی پکڑے گا، تو جنت میں پہنچ جائے گا، جہنم سے نکلنے والی ٹہنی کو پکڑے گا، تو وہ ٹہنی اُس کو جہنم میں لے جائے گی، لہذا آدمی کو چاہئے کہ سخاوت کی ٹہنی کو پکڑے؛ تاکہ اس کو پکڑ کر جنت میں پہنچ جائے، جہنم سے نکلنے والی ٹہنی کو ہرگز نا تھامے؛ تاکہ جہنم سے دور رہ سکے۔

حدیث (٦)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

السَّخَاءُ شَجَــرَةٌ فِي الْجَنَّةِ، فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا، أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا، فَلَمْ يَتْرُكْهُ ذالک الْغُصْنُ حَتَّى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَالشُّحُّ شَجَـرَةٌ فِي النَّارِ، فَمَنْ كَانَ شَحِيحًا، أَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا، فَلَمْ يَتْرُكْهُ ذَالِكَ الْغُصْنُ حَتَّى يُدْخِلَهُ النَّارَ.

(رواه البيهقى،شعب الايمان، الجودوالسخاء :١٠٨٧٦،دارلفكر بيروت، المكتبةالشاملة : ١٠٣٧٧،والترغيب فى فضائل الاعمال لابن شاهين: ٢٦٥،قال السيوطى فى اللالى المصنوعة: اخرجه البيهقى،وقال: ضعيف، والله اعلم. (اللالئى المصنوعة،باب الصدقات ٨٠/١)

سخاوت جنت میں ایک درخت کا نام ہے، جو شخص سخی ہوگا، وہ سخاوت کے درخت کی ایک شاخ کو پکڑ لے گا، وہ شاخ اُس کو نہیں چھوڑے گی؛ یہاں تک کہ اس کو کھینچ کر جنت میں پہنچادے گی، بخل جہنم میں ایک درخت کا نام ہے، جو بخیل ہوگا، وہ بخل کے ایک درخت کی شاخ کو پکڑ لے گا، وہ شاخ اس بخیل کو کھینچ کر جہنم میں پہنچادے گی۔

حدیث (۷)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللهِ ،قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ، وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللهِ، بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ.

(رواه البيهقى فى شعب الايمان مع زيادة،الجود والسخاء : ١٠٨٤٧، دار الفكر، بيروت، المكتبة الشاملة: ١٠٣٥٣)

سخی آدمی اللہ سے قریب ہوتا ہے، سخی آدمی لوگوں (کے دلوں) سے قریب ہوتا ہے، (اپنی سخاوت کی وجہ سے) جنت سے قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے، بخیل انسان (اپنے بخل کی وجہ سے) لوگوں سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے اور جہنم سے قریب ہوتا ہے۔

حدیث (۸-۹)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِصْنَعِ الْمَعْرُوفَ إِلَى مَنْ هُوَ أَهْلُهُ، وَإِلَى مَنْ لَيْسَ هُوَ أَهْلُهُ، فَإِنْ أَصَبْتَ أَهْلَهُ، فَهُوَ أَهْلُهُ، وَإِنْ لَمْ تُصِبْ أَهْلَهُ، فَأَنْتَ مِنْ أَهْلِهِ.

(حديث ضعيف لا يثبت، ومعناه حسن صحيح.فقد اخرجه القضاعي في مسند الشهاب رقم: ٧٤٧ من طريق سعيد بن مسلمة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده مرسلًا)

جو شخص حسن سلوک اور احسان کا مستحق ہو، (قدر کرنے والا ہو، احسان کو یاد رکھنے والا ہو) اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا معاملہ کرو (جس میں مالی احسان بھی شامل ہے)، جو اس کا مستحق نہیں ہے (نا قدری کرنے والا اور احسان فراموش ہو)، اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کرو، اگر تم نے احسان شناس انسان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کیا، تو تم نے ٹھیک کام کیا، اگر وہ شخص احسان کے لائق نہیں تھا (نا قدری کرنے والا اور احسان فراموش انسان تھا)، تو تم احسان کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ (یعنی تم نے

اپنی ذمہ داری پوری کرلی، تمہاری نیکی ضائع نہیں ہوگی، تمہیں ضرور اجر ملے گا۔)

تشریح:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ ، وَلَا السَّيِّئَةُ ، ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ، فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ . (حم السجدة: ۳۴)

نیکی اور برائی دونوں برابر نہیں ہوسکتے، برائی کا بدلہ اچھائی سے دو، جو تم سے عداوت اور نفرت رکھتا ہے، تمہارے حسن سلوک کی وجہ سے وہ تمہارا قریبی دوست بن جائے گا۔

حدیث (۱۰)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

قَالَ جِبْرِئِيلُ: قَالَ الله تبارك وَتَعَالَى :هَذَا دِينٌ ارْتَضَيْتُهُ لِنَفْسِي، وَلَنْ يُصْلِحَهُ إِلَّا السخاءُ وَحُسْنُ الْخُلُق.فَأَكْرِمُوهُ بِهِمَا مَا صَحِبْتُمُوهُ .

(قال البيهقى: عبدالله هذا، هو ابراهيم الغفارى ياتى بما لا يتابع عليه، وروى ذالك من وجه آخر اضعف منه، شعب الايمان، الجود والسخاء: ١٠٨٦٤، دار الفكر، بيروت، المكتبة الشاملة: ١٠٣٦٦)

جبرئیل امین نے مجھ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِس دین کو میں نے اپنی ذات کے لیے پسند کیا ہے، اس دین کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اخلاق ہی سے ہوسکتی ہے، لہٰذا جب تک تم دینِ اسلام پر جمے رہو، تب تک ان دو صفتوں کے ذریعے دین کا اکرام کرو (دین کا اکرام یہ ہے کہ ان دو صفتوں: سخاوت اور حسنِ اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کرو)

حدیث (۱۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

قَالَ لِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ هَذَا

الدِّيْنَ ارْتَضَيْتُهُ لِنَفْسِي، وَلَا يُصْلِحُهُ إِلَّا السَّخَاءُ ،وَحُسْنُ الْخَلْقِ ،فَاصحبوه بهما ما اتبعتموه.

(قال الهيثمی فی مجمع الزوائد : فيه ابراهيم بن ابی بكر بن المنكدر وهو ضعيف، وكذالك مقدام بن داوؤ: ۱۲۶۵۹، دار ابن حزم، بيروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِس دین کو میں نے اپنی ذات کے لیے پسند کیا ہے، اِس دین کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اخلاق ہی سے ہوسکتی ہے، لہٰذا جب تک تم دینِ اسلام کی پیروی کرتے رہو، تب تک ان دوصفتوں کے ذریعے دین کے ساتھ رہو (یعنی ان دوصفتوں: سخاوت اور حسن اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرو اور ان عمل پر عمل کرتے رہو)

حدیث (۱۲)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جَاءَنِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ ارْتَضَى هَذَا الدِّينَ لِنَفْسِهِ، وَلَا يُصْلِحُهُ إِلَّا السَّخَاءُ ،وَحُسْنُ الْخُلُقِ، فَأَكْرِمُوهُ بِهِمَا مَا صَحِبْتُمُوهُ.

(اخرجه الدارقطنی فی "المؤتلف والمختلف فی ترجمة جری بن زريق ۱، ۴۸۸ واخرجه الاصبهانی فی الترغيب والترهيب، باب فی الترغيب فی السخاء: ۵۵۰،)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جبرئیل امین نے مجھ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دین کو میں نے اپنی ذات کے لیے پسند کیا ہے، اس دین کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اخلاق ہی سے ہوسکتی ہے، لہٰذا جب تک تم دینِ اسلام پر جمے رہو، تب تک ان دوصفتوں کے ذریعے دین کا اکرام کرو (دین کا اکرام یہ ہے کہ ان دوصفتوں: سخاوت اور حسنِ اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرو)

نوٹ: حدیث (۹) حضرت جابرؓ کی روایت ان ہی الفاظ کے ساتھ ماقبل میں

گذری ہے، یہی روایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی سند سے بھی مروی ہے۔

حدیث (۱۳-۱۴)

حضرت حسن بصری حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَبْدَالَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِصَلَوةٍ، وَلَاصِيَامٍ وَلَكِنْ دَخَلُوهَا بِسَخَاءِ الْأَنْفُسِ، وَسَلَامَةِ الصُّدُورِ، وَالنُّصْحِ لِلْمُسْلِمِينَ

وعن ثابت عن انس مثله۔(اخرجه البيهقى عن الحسن مرسلا فى شعب الايمان، الجود والسخاء:۱۰۸۹۳، المكتبة الشاملة: ۱۰۳۹٤)

قال العراقى فى تخريج احاديث الاحياء: أخرجه الدارقطني في المستجاد، وأبو بكر بن لال في مكارم الأخلاق من حديث أنس، وفيه محمد بن عبد العزيز المبارك الدينوي أورد ابن عدي له مناكير، وفي الميزان أنه ضعيف، منكر الحديث، ورواه الخرائطي في مكارم الأخلاق من حديث أبي سعيد نحوه، صالح المري متكلم فيه. (المغنى عن حمل الاسفار فى الاسفار، كتاب ذم البخل وحب المال: ۱۰)

میری امت کے ابدال جنت میں نماز اور روزوں سے داخل نہیں ہوں گے؛ بلکہ نفس کی سخاوت، سینوں کی صفائی، مسلمانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کی بنیاد پر جائیں گے۔

تشریح:

روایت کا مطلب یہ ہے کہ انسان بعض اوقات بظاہر نمازی اور روزہ دار نظر آتا ہے؛ لیکن حقوق العباد میں کوتاہ اور حق تلفی کرنے والا ہوتا ہے، جب تک بندوں کے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوگی، اُس وقت تک جنتی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا ہے، بخل کی وجہ سے مالی حقوق میں کوتاہی ہوجاتی ہے، انسان کا سینہ مسلمانوں کے تئیں نہایت پاک وصاف ہونا چاہئے، کینہ، حقد، حسد، مسلمانوں سے بغض وعداوت اور نفرت سے پاک ہونا

چاہئے، تب ہی مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد ہوسکتا ہے، ان وجوہ کی بنا پر مذکورہ روایت میں سخاوتِ نفس، سلامتِ صدر اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

حدیث (۱۵)

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بُدَلَاءَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِصَوْمٍ وَلَا صَلَاةٍ، وَلَكِنْ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ، وَسَخَاوَةِ الأَنْفُسِ، وَالرَحْمَةِ لِصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ.

(اخرجه البيهقى عن الحسن مرسلا فى شعب الايمان، الجود والسخاء: ۱۰۸۹۳، المكتبة الشاملة: ۱۰۳۹٤)

ورواه الخرائطي في مكارم الاخلاق من حديث ابى سعيد نحوه صالح المري متكلم فيه.

(المغنى عن حمل لاسفار، كتاب ذم البخل وحب المال، رقم: ۱۰)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ابدال جنت میں نماز اور روزوں سے داخل نہیں ہوں گے؛ بلکہ اللہ کی رحمت، نفس کی سخاوت اور نیک مسلمانوں کے لیے شفقت و مہربانی کی بنیاد پر جائیں گے۔

حدیث (۱۶-۱۷)

حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

اَلْجَنَّةُ دَارُ الأسخياء.

جنت سخیوں کا گھر ہے۔

قال العراقى: اخرجه ابن عدي والدارقطنى فى المستجاد، والخرائطي قال الدارقطنى لايصح، (المغنى عن الاسفار مع احياء علوم الدين كتاب ذم لبخل وحب المال، فضيلة السخاء: ۷، ۳/۳۵۱)

حدیث (۱۸)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل مَعْـرُوف صَدَقَـة، وكل مَا أَنْفق الرجل عَلَى نَفسه ،وَأَهله، كتب لَـهُ صَدَقَة، وَمَا وقى بِهِ الرجل عرضه ،فَهُوَ لَهُ صَدَقَة ،وَمَا أَنْفق الرجل من نَفَقَة، فعلَى الله خلفهَا.

قال العراقى : أخرجه ابن عدي والدارقطني في المستجاد والخرائطي قال الدارقطني :لا يصح ،ومن طريقه رواه ابن الجوزي في الموضوعات. وقال الذهبي: حديث منكر ،ماآفته سوى جحدر، قلت :رواه الدارقطني فيه من طريق آخر، وفيه محمد بن الوليد الموقري، وهو ضعيف جدا .(المغنى عن حمل الاسفار مع احياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وحب المال، فضيلة السخاء: ۷، ۳۵٤/۳)

ہر اچھی بات صدقہ ہے، جو بھی چیز انسان اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرتا ہے، اس کو بطور صدقہ لکھا جاتا ہے، جس چیز کے ذریعے انسان اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کرتا ہے، اس کو صدقے میں لکھا جاتا ہے، انسان جو مال (طاعات میں) خرچ کرتا ہے، اللہ اس کا بدل انسان کو لوٹاتے ہیں۔

حدیث (۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل مَعْـرُوف صَدَقَـة، وَالدّال عَلَى الْخَيْر كفاعله، وَالله يحب إغاثة اللهفان.

قال العراقى:أخرجه الدارقطني في المستجاد من رواية الحجاج بن أرطاة عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، والحجاج ضعيف، وقد جاء مفرقا .(المغنى عن الاسفار مع احياء علوم الدين، كتاب ذم البخل، وحب المال، فضيلة السخاء: ۷، ۳۵٤/۳)

ہر اچھا کام صدقہ ہے، بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا (اجروثواب میں) بھلائی کرنے والے کے مانند ہے، اللہ تعالیٰ مظلوم کی فریادرسی کو بہت پسند فرماتے ہیں۔

حدیث (۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا جبل اللہ ولیًا لَهُ إِلَّا عَلَى السخاء وَحُسْنِ الْخلق.

قال العراقی: أخرجه الدارقطنِي في المستجاد دون قَوْله: وَحسن الْخلق، بسند ضعيف. (المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل، وحب المال، فضیلة السخاء: ۷، ۳/۳۵۱)

اللہ تعالیٰ اپنے ولی اور دوست کی فطرت میں سخاوت اور حسن اخلاق ودیعت فرماتے ہیں۔

حدیث (۲۶)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الله جعل للمعروف وجوها من خلقه، حبب إليهم فعاله، ووجه طلاب المعروف إليهم، ويسر عليهم إعطاءه كما يسر الغيث إلى البلدة الجدبة، فيحييها، ويحيي به أهلها.

قال العراقی: أخرجه الدارقطني في المستجاد من رواية أبي هارون العبدي عنه، وأبي هارون ضعيف، ورواه الحاكم من حديث علي وصححه. (المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وحب المال، فضیلة السخاء: ۷، ۳/۳۵٤)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں بعض بندوں کو احسان کرنے کے لیے متعین فرماتے ہیں، اُن لوگوں کے دلوں میں احسان کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا فرماتے ہیں، بعض لوگوں کو مدد و تعاون حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف متوجہ فرماتے ہیں، ان احسان کرنے والوں پر مال خرچ کرنے کو آسان فرماتے ہیں، جیسے بادلوں سے موسلہ دھار بارش قحط

زدہ زمین پر آسانی سے برسا کر اس کو سرسبز وشاداب کرتی ہے اور اس کے باشندوں کو سامان بہم پہنچاتی ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ بادل سے موسلہ دھار بارش کے ذریعے سوکھی زمین کو سرسبز وشاداب کر دیتے ہیں، اسی طرح سخاوت پسند افراد کی بے انتہا سخاوت سے غرباء، فقراء اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں، لہٰذا وسعت والوں کو چاہیئے کہ موسلہ دھار برسنے والے بادل بننے کی کوشش کریں، اپنی سخاوت سے ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کی مدد اور تعاون کر کے انہیں مستغنی، خوش اور خوش حال بنانے کی فکر کریں۔

حدیث (۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تجافوا عن ذنب السخي، فإن الله آخذ بيده، كلما عثر.

قال العراقی: أخرجه الطبراني في الأوسط والخرائطي في مكارم الأخلاق. وقال الخرائطي: أقيلوا السخي زلته، وفيه ليث بن أبي سليم مختلف فيه، ورواه الطبراني فيه، وأبو نعيم من حديث ابن مسعود نحوه بإسناد ضعيف، ورواه ابن الجوزي في الموضوعات من طريق الدارقطني. (المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وحب المال، فضیلۃ السخاء: ۷، ۳/۳۵۲)

سخی کی غلطی کو نظر انداز کرو، اس لیے کہ جب سخی سے لغزش ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی دست گیری فرماتے ہیں۔

باب دوم

سخیوں کے واقعات

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اسم گرامی عائشہ، آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیق، آپ کے شوہر محمد رسول اللہ، خاتم النّبیین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو جنت میں بھی اپنی زوجہ ہونے کی بشارت سنائی ہے۔

آپ امت کی ماں، امت کی خواتین میں سب سے بڑی عالمہ فاضلہ، فقیہ، محدثہ ہیں، آپ کے بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، جبرئیل امین آپ کو سلام پہنچایا کرتے تھے، سورۂ نور کی دس آیات آپ کی شان اور براءت میں نازل ہوئیں۔

منگل کی رات ۱۷/رمضان المبارک ۵۸ھ میں وفات ہوئی، حضرت ابوہریرہؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

(اسد الغابہ، ترجمہ: ۷۰۹۳، ۳۴۱/۵)

آپ کے اخلاق میں ایک ممتاز جوہر آپ کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی، آپ کی خدمت میں جو کچھ مال آتا تھا، اس کو فوراً صدقہ وخیرات کر دیتی تھیں، تھوڑے بہت کا لحاظ نہیں کرتی تھیں۔

ایک دفعہ ایک سائلہ حاضرِ خدمت ہوئیں، اس کے گود میں دو ننھی بچیاں تھیں، گھر میں کچھ میسر نہیں تھا، صرف ایک کھجور تھا، اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو دے دیا۔ (بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار، ولو بشق تمرۃ: ۱۴۱۸)

ام المؤمنین بہت سخی وفیاض تھیں، جو کچھ میسر ہوتا، اس کو خرچ کر دیا کرتیں، اس صورتِ حال کو دیکھ کر آپ کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے فرمایا:

خرچ کرنے کے سلسلے میں خالہ پر پابندی لگانی چاہئے، حضرت عائشہؓ کو جب یہ خبر پہنچی، تو آپ سخت ناراض ہوگئیں اور فرمایا:

"أيُؤخَذُ على يَدَيَّ".

کیا مجھ پر خرچ کرنے کے سلسلے میں پابندی لگائی جائے گی؟ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالہ کی ناراضگی اور قسم کی خبر ملی، انھوں نے خالہ کو منانے کی بہت کوشش کی؛ لیکن حضرت عائشہؓ نے بالکل معاف نہیں کیا، بالآخر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے چند قریشی احباب اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہالی رشتہ داروں سے سفارش کرائی، تب جا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت شروع فرمائی، قسم توڑنے کی وجہ سے چالیس غلاموں کو بطور کفارہ آزاد کیا۔ (ملخص از بخاری کتاب المناقب ۳۵۰۳، ۱؍۴۹۷)

امام دارقطنیؒ نے حضرت عائشہؓ کے چار واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہؒ فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بطور ہدیہ بھیجا، حضرت عروہؒ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! شام ہونے سے پہلے پہلے حضرت عائشہؓ نے وہ درہم (محتاجوں، ضرورت مندوں، یتیموں اور مسکینوں پر) خرچ کر دئے، باندی نے عرض کیا: اماں جی! ایک درہم کا گوشت خرید لیا ہوتا، کیا ہی اچھا ہوتا (کہ افطار میں کام آجاتا) حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اری اللہ کی بندی! تقسیم کرنے سے پہلے تو نے متوجہ کیوں نہیں کیا؟

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ معاویۃ بن سفیان: ۷۵۱۰، ۵۹؍۱۹۲)

واقعہ (۲)

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت اُمّ ذروہ حضرات امہات المومنین کی خدمت میں جایا کرتی تھیں، انہوں نے فرمایا: میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ان کے پاس ایک لاکھ درہم موجود تھے، حضرت عائشہؓ نے تقسیم شروع فرمائی، تقسیم کرتی رہیں؛ یہاں تک کہ کوئی درہم ان کے پاس باقی نہیں رہا، افطار کے موقع پر اپنی باندی کو آواز لگائی: افطاری کا

سامان لے آؤ، باندی نے روٹی اور زیتون پیش کیا۔

ام ذروہ کہتی ہیں:

میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: ام المؤمنین! اگر آپ ایک درہم کا گوشت منگوالیتیں، تو کوئی حرج کی بات نہ تھی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: مجھے برا بھلامت کہو: اگر مجھے یاد ہوتا، تو میں ضرور گوشت کا انتظام کر لیتی۔

(رواہ ابونعیم فی "الحلیۃ" بالفاظ متقاربۃ عن ام ذروۃ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ: ۱۴۰۷، ۲/ ۴۳)

عبرت ونصیحت

حضرت عائشہؓ نے اتنی بڑی مقدار میں مال راہِ خدا میں خرچ کردیا، اپنی افطاری کے لیے کچھ گوشت کا انتظام کرنا بھول گئیں، جن لوگوں کے نزدیک دوسروں کی حاجت وضرورت مقدم ہوتی ہے، ان کا یہی حال ہوتا ہے، اسی کو ایثار کہتے ہیں۔

واقعہ (۳)

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کا اٹھارہ ہزار دینار کا قرضہ ادا فرمایا۔

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ معاویۃ بن صخر: ۷۵۱۰، ۵۹/ ۱۹۱)

عبرت ونصیحت

حضرت عائشہؓ اتنی زیادہ سخی اور فیاض تھیں کہ ضرورت مندوں، محتاجوں اور مسکینوں پر قرضہ لے کر خرچ کرتی تھیں، جس کی وجہ سے قرضے کی مقدار از یادہ ہوگئی تھی، اُس قرضے کو حضرت امیر معاویہؓ نے ادا فرمایا۔

اس واقعے سے حضرت امیر معاویہؓ کی وسعتِ قلبی، اہل علم کا اکرام، نیز حضرت عائشہؓ کی بے مثال سخاوت کا حال معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اہل ثروت واغنیاء کو چاہئے کہ اہل علم اور اصحابِ فضل وکمال کا اکرام اور ان کی خاطر مدارات کریں، نیز اغنیاء وامراء کو بیواؤں، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا چاہئے۔

واقعہ (۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں مندرجہ ذیل اشعار گنگنا رہی تھی:

ارفع ضعيفك لا يحر بك ضعفه — يوما، فتدركك العواقب قد نمىٰ

کمزور وضعیف کی مدد کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن برے حالات تم پر آجائیں، اس کے حالات بہتر ہو جائیں۔

يجزيك أو يثني عليك، وإن من — أثنى عليك بما فعلت كمن جزا

کمزور کا تعاون کرو گے، تو وہ تمہیں بدلہ دے گا، یا تمہاری تعریف کرے گا، جو تمہارے احسان کی تعریف کردے، گویا اس نے تمہیں بدلہ دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عائشہ رضی اللہ عنہا یہودی (یہ شعر غریض بن عادیا رسموال یہودی کا ہے) کے قول کو دوبارہ کہو۔ اللہ انہیں غارت کرے۔ میرے پاس جبرئیل اللہ کا پیغام لے کر آئے، جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، اس کا بدل دینے کے لیے کوئی چیز میسر نہ ہو، تو اس کے لیے دعا کردے، یا اس کی تعریف کردے، تو گویا اس نے اس کو بدلہ دے دیا۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: زھیر بن جناب بن ہبل بن عبداللہ: ۲۲۸۶، ۱۹/ ۱۰۰، رواہ البیھقی فی شعب الایمان، فصل فی المکافات بالصنائع: ۸۷۱۴، بعض حضرات نے مذکورہ بالا شعر کو زہیر بن جناب کا بتایا ہے)

عبرت ونصیحت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ بالا شعر اس کے معنی کی اہمیت کی بنیاد پر گنگنا رہی تھی، واقعی سوچنے کی بات ہے کہ آج محتاج ہمارے سامنے کھڑا ہے، کل اس کے حالات درست ہو جائیں، ہم محتاج بن جائیں، ایسا ممکن ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ کسی کو محتاج وحقیر سمجھے بغیر اس کی حاجت روائی کریں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام طلحہ بن عبید اللہ، کنیت ابو محمد ہے، قریش کی شاخ بنوتیم سے آپ کا تعلق ہے، قدیم الاسلام صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں، حضرت عمرؓ نے انتخابِ خلیفہ کے لیے جو شوریٰ بنائی تھی، اس میں آپ بھی شامل تھے، اسلام کے لیے بے شمار قربانیاں دیں اور آزمائشوں میں مبتلا کئے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ.

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد طلحۃ: ۳۷۴۱)

غزوۂ احد کے موقع پر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور دفاع میں پہاڑ بن کر ثابت قدم رہے، آپ کا بھرپور تعاون کیا، اس موقع پر آپ کے بدن پر تقریباً ستر زخم لگے، ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہوگیا، آپ کی جان نثاری کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلحہ نے (آج کی قربانی اور جان نثاری کی وجہ سے) اپنے لیے جنت واجب کر لی۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد طلحۃ: ۳۷۳۸)

حضرت طلحہ نہایت سخی و فیاض تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی سخاوت اور فیاضی کی شہادت دی ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، مناقب طلحۃؓ: ۱۴۸۰۵)

حضرت طلحہؓ اپنے خاندان بنوتیم کے افراد کی کفالت فرماتے تھے، لڑکیوں اور بیواؤں کی شادی کراتے، مقروض کا قرضہ ادا کرتے، فقراء و مساکین کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا، ہر سال ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دس ہزار درہم کا ہدیہ پیش فرماتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۷، ۲۶/۳)

جنگِ جمل میں شریک ہوئے، حضرت علیؓ کی موثر تقریر سن کر کنارہ کشی اختیار کر لی، اسی دوران مروان بن حکم نے آپ کے گھٹنے میں ایک تیر مارا جس کی وجہ سے اکحل کی رگ

کٹ گئی، مسلسل خون بہنے لگا، اسی حال میں جمادی الثانیہ ۳۶ھ میں ''بصرہ'' کے قریب آپ کی شہادت ہوگئی، جب حضرت علیؓ ان کی نعش پر پہنچے، تو ان کو اٹھایا، چہرے اور سر سے غبار صاف فرمایا اور ارشاد فرمایا: کاش آج سے بیس سال قبل ہی میں مرگیا ہوتا (تو یہ مصیبت کا دن دیکھنا نہ پڑتا)

میدانِ جنگ ہی میں ایک کنارے آپ کی تدفین کی گئی، قبر نشیب میں واقع تھی، ایک رشتہ دار کے خواب میں مسلسل تین دن تک نظر آتے رہے اور کہتے رہے: مجھے زمین کے گیلے پن سے پریشانی ہو رہی ہے، میری لڑکی عائشہ سے کہو کہ مجھے یہاں سے منتقل کردے، چناں چہ حضرت طلحہؓ کی نعش کو نکالا گیا، بالکل صحیح سالم تھی، ہونٹوں پر کچھ سبزی نما اثر تھا، حضرت ابوبکرہؓ کے ایک گھر کو خرید کر اس میں دوبارہ تدفین کردی گئی۔

(سیر اعلام النبلاء ۳/۳۱، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۴/۳۲۰)

امام دارقطنیؒ نے حضرت طلحہؓ کی سخاوت کے پانچ واقعات کو اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

حضرت طلحہؓ کی زوجہ سعدی بنت عوف کہتی ہیں:

حضرت طلحہؓ میرے پاس تشریف لے آئے، میں نے آپ کے اندر کچھ ذہنی بوجھ اور الجھن محسوس کیا، عرض کیا: میرے حبیب! آپ کیوں پریشان ہیں؟ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا: میرے پاس مال جمع ہوگیا ہے، اس وجہ سے مجھ پر ذہنی بوجھ سوار ہے، میں نے عرض کیا: اس مسئلے میں پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے؟ آپ اپنے خاندان اور اپنی قوم کے لوگوں کو بلائیے، (اور مال تقسیم کردیجئے) چناں چہ آپ نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا: میرے خاندان اور قوم کے لوگوں کو بلاؤ، مال ان کے درمیان تقسیم کردو، حضرت سعدی کہتی ہیں: میں نے خادم سے پوچھا: وہ مال کتنا تھا؟ خادم نے کہا: چار لاکھ درہم۔

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ طلحۃ بن عبید اللہ: ۲۹۸۳، ۲۵/۱۰۱، والذہبی فی سیر اعلام النبلاء ترجمہ: ۷، ۳/۲۵)

عبرت ونصیحت

حضرت طلحہؓ کی اہلیہ سعدی بنت عوف نے جب اپنے شوہر کو پریشان دیکھا، تو وجہ معلوم کی، پریشانی مال کا جمع ہونا ہے، ان کو تقسیم کردینے کی تدبیر بتائی، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے، حضرت طلحہؓ نے فرمایا:

ولنعم حليلة المرأ المسلم انت!

تم ایک مسلمان شوہر کی کیا ہی اچھی گھر والی ہو!

شوہر کو تسلی دی، پریشانی کے ازالے کی تدبیر بتائی، پریشانی مال کا جمع ہونا ہے، مال کی طرف عورتوں کا میلان ہوتا ہے، مال کی خواہش ہوتی ہے، اس کے باوجود مال تقسیم کردینے کی تدبیر بتائی، مال تقسیم کرنے کے سلسلے میں رکاوٹ نہیں بنی، سخاوت اور خرچ کرنے میں شوہر کا تعاون کیا، لہٰذا مرد حضرت اپنے خاندان یا خارجِ خاندان ضرورت مندوں پر خرچ کریں، تو عورتوں کو مردوں کا معاون بننا چاہئے۔

واقعہ (۲)

حضرت علی بن زید فرماتے ہیں:

ایک دیہاتی حضرت طلحہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کرتے ہوئے کسی رشتہ داری کا واسطہ دیا، حضرت طلحہؓ نے فرمایا: یہ ایسی رشتہ داری ہے کہ آج تک کسی نے اس کا واسطہ نہیں دیا ہے، اس کے بعد فرمایا: میری ایک زمین ہے جس کو حضرت عثمانؓ نے مجھے تین لاکھ درہم کے عوض دیا ہے، اگر تم چاہو، تو جاؤ اور اس پر قبضہ کرلو، اگر تم چاہو، تو میں وہ زمین دوبارہ حضرت عثمانؓ کو دے کر وہ رقم تم کو دلوادوں گا، دیہاتی نے عرض کیا: حضرت قیمت ہی دلوادیجئے، حضرت طلحہؓ نے اس زمین کو حضرت عثمانؓ کو واپس کردیا اور اس کی قیمت اس دیہاتی کے سپرد کردی۔ (رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ طلحۃ: ۲۹۸۳، ۹۹/۲۵، والذھبی فی سیر اعلام النبلاء ترجمہ: ۷، ۳/۲۴)

عبرت ونصیحت

حضرت طلحہؓ نے اپنے عمل سے ہمیں یہ تعلیم دی کہ ضرورت مند کو وہ چیز دینی چاہئے،

جس کی اسے ضرورت ہو، اسی لیے حضرت طلحہؓ نے اس شخص کو اختیار دیا۔

واقعہ (۳)

حضرت قبیصہ بن جابرؒ فرماتے ہیں:

صحبت طلحة، فما رأيت أعطى لجزيل مال من غير مسئلة.

میں حضرت طلحہؓ کی صحبت میں رہا ہوں، مانگے بغیر عطا کرنے والا آپ کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

یعنی حضرت طلحہؓ اس قدر سخی وفیاض تھے کہ سوال کے بغیر ہی ضرورت مندوں اور محتاجوں کو زیادہ زیادہ مقدار میں مال عطا فرماتے تھے۔ (رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ طلحۃ بن عبیداللہ: ۲۹۸۳، ۲۵/ ۹۸، والذھبی فی سیر اعلام النبلاء: طلحۃ بن عبیداللہ، ترجمہ: ۳/ ۲۴)

واقعہ (۴)

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں:

حضرت طلحہؓ نے پہاڑ کے دامن میں ایک کنواں خریدا، (اس کو مسلمانوں کے نام وقف فرمادیا، (ذکرہ البلاذری فی الانساب) اور اونٹ ذبح فرما کر لوگوں کی دعوت فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انت یا طلحة الفیاض.

طلحہ! تم ہی سخی وفیاض ہو۔ (رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ طلحۃ: ۲۹۸۳، ۲۵/ ۹۳)

تشریح

لوگوں کے لیے پانی کی ضرورت کی وجہ سے کنواں خرید کر وقف کیا اور اس پر مستزاد لوگوں کی دعوت بھی کی، واقعی یہ بات آپ کی سخاوت اور دریا دلی کی دلیل ہے۔

عبرت ونصیحت

لوگوں کی ضرورت، زمینی وآسمانی حوادث اور ذاتی حوادث کے موقع پر عام لوگوں کی ضرورت کی تکمیل میں حصہ دار بننا چاہئے، نیز رفاہی امور میں اپنے مالوں کو خرچ کرنا

چاہئے کہ عام لوگوں کی پریشانی کا وقت ہوتا ہے، ناگہانی مصائب کی وجہ سے لوگ اچانک مجبور ومحتاج ہو جاتے ہیں۔

واقعہ (۵)

حضرت طلحہؓ کے بیٹے موسی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت طلحہؓ نے فرمایا: ایک دن ''حضر موت'' (یمن کا ایک شہر ہے) سے سات لاکھ درہم آئے، حضرت طلحہؓ نے وہ رات بہت ہی بے قراری اور بے چینی سے گذاری، حضرت طلحہؓ کی بیوی نے عرض کیا: ابو محمد (حضرت طلحہؓ کی کنیت) کیا بات ہے؟ شروعِ رات سے میں آپ کو پریشان دیکھ رہی ہوں، کیا ہماری طرف سے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ہے؟ اگر ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے، تو ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں اور معافی طلب کرتے ہیں، حضرت طلحہؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم کس قدر اچھی غم خوار اور ہم درد بیوی ہو!

رات سے مجھے کچھ پریشانی اور فکر لاحق ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ اس آدمی کا اس کے رب کے پاس کیا حال ہوگا؟ وہ کیا جواب دے گا؟ جو اس حال میں رات گذارے کہ اس کے پاس درہم و دینار ہوں؟ اہلیہ نے عرض کیا: آپ کی عادت شریفہ کہاں چلی گئی؟ آپ اپنی عادت کے موافق کر لیجئے، حضرت طلحہؓ نے فرمایا: وہ کونسی عادت ہے؟ اہلیہ نے عرض کیا: جب آپ صبح کریں، تو بڑے بڑے پیالے اور بڑے بڑے برتن منگوائیے اور مہاجرین وانصار کو ان کے مقام ومرتبے کے لحاظ سے ان پیالوں اور برتنوں کو بھر بھر کر ان کے گھروں کو روانہ کر دیجئے، حضرت طلحہؓ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، میں سمجھ نہیں سکا کہ تم باتوفیق باپ کی باتوفیق بیٹی ہو، یہ باتوفیق، نیک وصالح خاتون حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دختر ام کلثوم تھیں۔

صبح ہوئی، تو حضرت طلحہؓ نے بڑے بڑے برتن اور پیالے منگوا کر مہاجرین وانصار کے گھروں کو بھیج دیا، ان میں سے ایک پیالہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے گھر بھی روانہ

فرمایا، آخر میں آپ کی اہلیہ نے عرض کیا: ابومحمد! اس مال میں ہمارا کچھ حصہ نہیں ہے؟ حضرت طلحہؓ نے فرمایا: اری! اب تک تم کیا کر رہی تھیں؟ ٹھیک ہے، جو باقی رہ گیا ہے، اس کو رکھ لو، آپ کی اہلیہ ام کلثوم کہتی ہیں کہ ایک تھیلی درہم کی باقی تھی جس میں تقریباً ایک ہزار درہم تھے۔

یعنی سات لاکھ درہم کی پوری رقم مہاجرین و انصار کو روانہ کردی اور اہلیہ کی گزارش پر صرف ایک ہزار درہم ان کو ملے۔(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ طلحۃ: ۲۹۸۳،۲۵/۹۹، والذھبی فی سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۷، ۳/۲۴)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

زبیر آپ کا نام، عوام والد کا نام، صفیہ بن بنت عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کی پھوپی آپ کی ماں اور آپ کی پھوپی امتِ مسلمہ کی ماں حضرت خدیجہؓ ہیں، قریش کے بنو اسد کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کا نسب چھٹی پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ (اسد الغابہ ۲/۲۰۹، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۲۱۳)

بارہ، یا سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، اسلام کے لیے بے شمار قربانیاں دیں، حبشہ اور مدینے کی جانب ہجرت فرمائی، عشرۂ مبشرہ اور انتخابِ خلیفہ کے لیے حضرت عمرؓ کی بنائی ہوئی شوریٰ میں شامل تھے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ .

ہر نبی کے لیے ایک مخصوص ساتھی ہوتے ہیں، میرے مخصوص ساتھی زبیر ہیں۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الطلیعۃ: ۲۸۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الجَنَّةِ .

حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زبیر: ۳۷۴۴)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے ''فداک ابی وامی'' فرمایا ہے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زبیر: ۳۷۴۱)

غزوۂ بدر میں آپ کے سر پر زرد عمامہ تھا، ملائکہ بھی اپنے سروں پر زرد عمامہ باندھ کر نازل ہوئے تھے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۲۱۵)

سن چھتیس (۳۶) ہجری میں جنگِ جمل میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے،

حضرت علیؓ نے ایک خاص حدیث یاد دلائی، تو واپس لوٹ رہے تھے کہ ''وادی سباع'' میں عمیر بن جرموز بدنصیب نے آپ کو شہید کر دیا، اسی مقام میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی نمایاں صفات میں صفتِ امانت اور سخاوت ہے، آپ امانت رکھنے والے سے رقم بطور قرض لیتے؛ تاکہ امانت رکھنے والا کا کوئی نقصان نہ ہو اور اس مال کو دینی تقاضوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرتے، جب قرض خواہ مطالبہ کرتا، تو اس کو اس کی امانت واپس کر دیتے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۸، ۳/۳۲)

حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے روزانہ آپ کے لیے روزینہ (روزمرہ کی آمدنی) لاکر پہنچاتے، اس آمدنی میں سے ایک درہم بھی آپ اپنے لیے خرچ نہیں کرتے تھے؛ بلکہ سب کچھ صدقہ کر دیا کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۸، ۳/۴۱)

حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مقداد بن اسود، حضرت مطیع بن اسود حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہم نے آپ کو اپنی اولاد اور مال کے متعلق وصیت کی تھی، حضرت زبیرؓ ان کے وارثین کے مالوں کی حفاظت فرماتے اور اپنے مال میں سے ان کی اولاد پر خرچ فرماتے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۲۱۵)

ان ہی صفات: صفت امانت وسخاوت سے متعلق امام دارقطنیؒ نے آپ کا ایک دلچسپ اور عبرت آموز واقعہ پیش فرمایا ہے، جس میں ہمارے لیے بے شمار نصیحتیں اور عبرتیں موجود ہیں۔

واقعہ

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

جنگِ جمل کے موقع پر جب حضرت زبیرؓ (حضرت علیؓ کی یاددہانی پر) جنگ سے کنارہ کشی کر لی، تو انہوں نے مجھے بلایا، میں ان کے پاس حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: بیٹے! آج ظالم یا مظلوم کے سوا کوئی قتل نہیں ہوگا اور مجھے اندیشہ ہے کہ آج میں مظلوم ہونے کی حالت میں مارا جاؤں گا، میری سب سے بڑی پریشانی میرا قرضہ ہے، کیا ہمارا مال قرضے

کی ادائیگی کے بعد بچ سکتا ہے؟

پھر حضرت زبیرؓ نے فرمایا:

بیٹا! ہمارے پاس جو کچھ ہے، اسے بیچ دو اور میرا قرضہ ادا کردو، اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد کچھ بچ جائے، تمہاری اولاد کے لیے ایک تہائی کی وصیت کرتا ہوں اور دو تہائی بطورِ وراثت تقسیم کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہمارے والدِ محترم برابر تاکید کرتے رہے اور فرماتے تھے: بیٹے! اگر ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، تو میرے آقا سے مدد مانگ لو، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں: خدا کی قسم میرے والد صاحب کے آقا و مولیٰ کون ہیں؟ میں نہیں جانتا تھا، میں نے عرض کیا: ابا جان! آپ کے آقا اور مولیٰ کون ہیں؟ فرمایا: میرے آقا و مولیٰ اللہ جل جلالہ ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں: خدا کی قسم جب بھی مجھے کوئی پریشانی اور دشواری پیش آتی، تو میں کہتا: اے زبیر کے مولیٰ! ان کے قرضے کو ادا کردے، تو اللہ تعالیٰ قرضے کی ادائیگی کی صورت پیدا فرما دیتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:

حضرت زبیرؓ کو شہید کر دیا گیا، انہوں نے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا؛ البتہ چند زمینیں چھوڑیں، جس میں سے ''غابہ'' کی زمین بھی تھی، مدینے میں گیارہ گھر، ''بصرہ'' میں ایک گھر، ایک گھر ''کوفہ'' میں اور ایک گھر ''مصر'' میں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:

حضرت زبیرؓ پر اس قدر قرضہ اس لیے تھا؛ کیوں کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس امانت رکھنے کے لیے مال لے کر آتا، تو آپ فرماتے: میں بطور امانت نہیں رکھوں گا (اس لیے کہ اگر امانت ضائع ہو جائے، تو امین ذمہ دار نہیں ہوتا) تمہارا نقصان ہو جائے گا، اس لیے بطورِ قرض میرے پاس جمع کردو؛ تاکہ ضائع ہو جائے، تو تمہارا نقصان نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:

میرے والد حضرت زبیرؓ نے کبھی بھی کہیں کا بھی، کوئی بھی عہدہ اور گورنری قبول نہیں کی، نہ ہی بیت المال کی طرف سے وصولی کی ذمہ داری قبول کی؛ البتہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین کے ساتھ اس کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں:

میں نے حساب کیا کہ میرے والد پر کتنا قرضہ ہے، تو میں نے بائیس لاکھ درہم پایا، پھر حضرت حکیم بن حزامؓ سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟: میں نے ان سے قرضے کی مقدار کو چھپایا اور عرض کیا: ایک لاکھ کا قرضہ ہوگا، حضرت حکیم بن حزامؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! تمہارے والد کی میراث سے تمہارے ابا کا قرضہ ادا نہیں ہوگا، اس پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا: اگر میرے والد صاحب کا قرضہ بائیس لاکھ ہو، تو کیا ہوگا؟ حضرت حکیم بن حزامؓ نے فرمایا: اتنی بڑی مقدار کی ادائیگی تمہارے بس کی بات نہیں ہے، اگر تم لوگ اپنے والد کے قرضے کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ، تو مجھ سے مدد طلب کرلو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:

حضرت زبیر بن عوامؓ نے مدینے کے قریب ''غابہ'' نامی علاقے میں ایک زمین ایک لاکھ نوے ہزار درہم میں خریدی تھی، میں نے اس کو چھبیس لاکھ درہم میں فروخت کیا، پھر اعلان کیا کہ میرے والد کے ذمے جس کا قرضہ ہو، وہ ہمارے پاس ''غابہ'' میں آجائے؛ چناں چہ حضرت جعفر طیارؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ آئے، حضرت زبیرؓ پر ان کا چار لاکھ کے بقدر قرضہ تھا، انہوں نے ہمارے لیے پیش کش کی کہ اگر تم چاہو، تو مزید تمہیں مہلت دیتے ہیں، ہم نے کہا: مہلت کی ضرورت نہیں ہے، قرضہ ادا کردیں گے، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: ٹھیک ہے، یہاں سے یہاں تک کی زمین مجھے دے دو، چناں چہ حضرت عبداللہ بن جعفر کو اُتنی زمین دے دی گئی، نیز اس زمین میں سے مزید حصے فروخت کیے اور حضرت زبیرؓ کا مکمل قرضہ ادا کردیا، مزید اس زمین میں سے ساڑھے چار حصے بچ گئے۔

ایک موقع پر میں حضرت معاویہؓ کے پاس حاضر ہوا، ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ موجود تھے، حضرت معاویہؓ نے دریافت فرمایا: ''غابہ'' میں موجود زمین کی قیمت کتنی ہوئی؟ میں نے عرض کیا: ایک حصہ (پلاٹ) ایک لاکھ درہم، پھر دریافت کیا: کتنے حصے (پلاٹ) باقی ہیں؟ میں نے عرض کیا: ساڑھے چار حصے باقی ہیں، حضرت منذر بن زبیرؓ نے کہا: میں نے ایک لاکھ میں ایک حصہ (پلاٹ) خرید لیا، پھر عمرو بن عثمان نے کہا: میں نے ایک لاکھ میں ایک حصہ لیا ہے، ابن زمعہ نے کہا: میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں خرید لیا، پھر حضرت معاویہؓ نے پوچھا: ابھی کتنے حصے (پلاٹ) باقی ہیں؟ میں نے کہا ڈیڑھ حصہ باقی ہے؟ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: وہ ڈیڑھ حصہ میں نے ڈیڑھ لاکھ میں خرید لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب اپنے والدِ محترم کے قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے، تو حضرت زبیر بن عوامؓ کے وارثین نے حضرت زبیرؓ کی وراثت کی تقسیم کا مطالبہ کیا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں میرے والد صاحب کی میراث اُس وقت تک وارثین میں تقسیم نہیں کروں گا جب تک کہ موسمِ حج میں چار سال مسلسل یہ اعلان نہ کروں کہ حضرت زبیرؓ پر جس کا قرضہ ہو، وہ ہم سے وصول کر لے، چناں چہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر سال حج کے موقع پر یہ اعلان کرتے رہے، جب چار سال گذر گئے (اور کسی قرض خواہ کی امید نہ رہی تو) حضرت زبیرؓ کے وارثین میں ان کی وراثت تقسیم کر دی، ایک ثلث مال میں حضرت زبیرؓ کی وصیت پوری کی، آپ کی چار بیویاں تھیں جن میں سے ایک ایک بیوی کو بارہ لاکھ درہم ملے، حضرت زبیرؓ کی کل میراث پانچ کروڑ دو لاکھ درہم ہوئی۔ (بخاری، کتاب فرض الخمس، باب برکۃ الغازی حیا و میتا: ۳۱۲۹، تاریخ ابن عساکر: ترجمہ حضرت زبیر بن عوامؓ: ۲۲۹۹، ۱۸/۴۳۰)

عبرتیں اور نصیحتیں

الف: مذکورہ بالا واقعے سے حضرت زبیر بن عوامؓ کی سخاوت، وسعتِ ظرفی، لوگوں سے ہم دردی اور اللہ کی خشیت معلوم ہوتی ہے، امانت خاطر خواہ حفاظت کے باوجود ضائع

جائے، تو اس کی ادائیگی شرعاً لازم نہیں ہوتی، قرضے کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہوتی ہے، اس لیے آپ لوگوں کی امانت کو حفاظت کی غرض سے بطورِ قرض رکھتے تھے؛ تاکہ کسی کا مال ضائع نہ ہو، پھر ان امانتوں سے حاصل ہونے والی رقومات کو راہِ خدا، ضرورت مندوں پر خرچ فرماتے، لوگوں سے اسی ہم دردی، خیر خواہی، کشادہ دستی اور لوگوں کے فائدہ کے لیے اپنے اوپر بوجھ ڈالنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے سارے قرضے کو ادا کرا دیا، آپ کے مال میں خوب برکت عطا فرمائی اور ان کے وارثین کو زیادہ مقدار میں وراثت ملی۔

ب: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بہت ہی اہتمام سے اپنے والدِ محترم کے قرضے کو ادا کیا، جب تک قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں اطمینان نہیں ہو گیا، تب تک وراثت بھی تقسیم نہیں کی، نیک وصالح انسان کے نیک جانشین ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ج: لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ اپنے قرضوں کی ادائیگی کی فکر کرے، اپنے وارثین کو اپنے قرضوں کی ادائیگی کی وصیت کرے، شریعت نے اس کو واجب قرار دیا ہے، وراثت کی تقسیم سے مقدم رکھا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ عام الفیل سے دس سال بعد پیدا ہوئے، عبدعمرو بن عوف رعبدالرحمن بن عبدالکعبہ نام تھا، ابتداء ہی میں اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف نام رکھا، مرۃ بن کعب پر آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔

آپ عشرۂ مبشرہ اور انتخابِ خلیفہ کے لیے بنائی گئی حضرت عمرؓ کی شوریٰ میں شامل تھے؛ لیکن خلافت کی امیدواری سے اپنے آپ کو دست بردار کرلیا۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۹، ۳ر ۵۳)

حضرت عثمان ؓ کو شدید نکسیر کی شکایت ہوگئی، حضرت عثمان ؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو تحریری طور پر اپنا ولی عہد مقرر فرمادیا، جب یہ خبر حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو پہنچی، تو منبر رسول اور روضہء رسول کے درمیان (ریاض الجنہ میں) کھڑے ہوکر دعا فرمائی:

اے اللہ! اگر عثمان ؓ نے مجھے ولی عہد مقرر فرمایا ہے، تو ان سے پہلے مجھے اپنے پاس بلا لیجئے، اس کے بعد چھ ماہ باحیات رہے، آپ کی وفات حضرت عثمان ؓ سے پہلے ہوگئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۹، ۳ر ۶۴)

مدینہء منورہ ہجرت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سعد بن ربیع ؓ کا دینی بھائی بنادیا، انہوں نے آپ کے سامنے پیش کش کی، میرا آدھا مال آپ لے لیں، میری دو بیویاں ہیں، اُن میں سے جو آپ کو پسند ہو، بتائیں، میں اس کو طلاق دے دوں گا، عدت گذرنے کے بعد تم ان سے نکاح کرلو۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے فرمایا:

اللہ تمہارے اہل ومال میں برکت عطا فرمائے، آپ مجھے بازار کا راستہ دکھائیں، ''بنوقینقاع'' نامی بازار گئے، پنیر اور گھی خریدتے اور فروخت کرتے رہے، کچھ نفع حاصل

کیا، پھر چند ہی دنوں میں نکاح بھی کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکاح کو پہچان کر ولیمے کا حکم فرمایا، پھر اللہ نے ان کے مال میں خوب برکت عطا فرمائی۔
(بخاری، کتاب البیوع، باب قول اللہ عزوجل، فاذا قضیت الصلوۃ: ۲۰۴۸)

غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر میں قضائے حاجت کے لیے قافلے سے پیچھے رہ گئے، فارغ ہوکر آئے، تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو امام بنادیا تھا، ایک رکعت ہوگئی تھی، جب حضرت عبدالرحمن ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد محسوس کی، تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کرنے کا اشارہ فرمایا، جب حضرت عبدالرحمن بن عوت ؓ نے سلام پھیرا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر ایک رکعت مکمل فرمائی۔ (مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ: ۲۷۴)

اسلام کے لیے بے شمار قربانیاں دیں، حبشہ اور مدینے کی طرف ہجرت فرمائی، تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ احد کے موقع پر آپ کے جسم پر اکیس زخم آئے تھے، ایک گہرا زخم پیر میں لگا جس کی وجہ سے آپ لنگڑا کر چلتے تھے۔
(الاستیعاب، ترجمہ: ۱۴۴۷، ۴/ ۳۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دومۃ الجندل'' کے جانب قبیلہ ''بنوکلب'' سے قتال کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو امیر بنا کر بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر عمامہ باندھا، کندھوں کے درمیان شملہ بھی چھوڑا۔
(الاستیعاب، ترجمہ: ۱۴۴۷، ۴/ ۳۸۸)

۳۲ھ میں پچھتر سال کی عمر میں مدینہء منورہ میں وفات ہوئی، آپ کی وصیت کے مطابق حضرت عثمان ؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، بقیع میں تدفین عمل میں آئی۔
(سیر اعلام النبلاء ۳/ ۶۵، الاستیعاب، ترجمہ: ۹، ۴/ ۳۹۰)

جب حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی وفات ہوئی، تو حضرت علی ؓ نے فرمایا: عبدالرحمن جاؤ، یقیناً تم نے صاف ستھرا زمانہ دیکھا ہے، میلے کچیلے زمانے سے پہلے رُخصت ہوگئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۹، ۳/ ۶۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی صفاتِ حمیدہ میں سے ایک ممتاز صفت صفتِ

سخاوت ،کشادہ دستی اور فیاضی ہے ،اللہ نے آپ کی تجارت میں خوب برکت رکھی تھی ، خوب مال آتا تھا ،سب کچھ راہِ خدا میں ،ضرورت مندوں اور محتاجوں پر خرچ فرماتے ، طواف کرتے ہوئے دعا فرمائی تھی: اے اللہ! بخل سے میری حفاظت فرما۔

(الاستیعاب، ترجمہ:۱۴۴۷، ۳۸۹/۴)

مدینے کی ایک ثلث آبادی کو آپ قرض دیا کرتے تھے، ایک ثلث آبادی کے قرضوں کی ادائیگی فرماتے ، ایک ثلث آبادی کی کفالت اوران کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ فرماتے۔(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۹، ۶۴/۳)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تیس ہزار خاندانوں کو آزاد کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۹، ۶۶/۳)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنا آدھا مال چار ہزار درہم اللہ کے راستے میں خرچ کیا، پھر چالیس ہزار دینار خرچ کئے ، پانچ سو گھوڑ سوار اور پانچ سو اونٹ سوار افراد کو مع ساز وسامان اللہ کے راستے میں روانہ فرمایا۔(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۹، ۵۷/۳)

پچاس ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کرنے کی وصیت فرمائی، آپ کی وصیت کے موافق ایک ایک شخص کو ایک ایک ہزار دینار دئے گئے۔(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۹، ۶۴/۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو میری ازواج کے لیے بہتر ہو، اِس حدیث پر عمل کرنے کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے امہات المومنین کے لیے ایک باغ کی وصیت فرمائی، جس کی قیمت چار لاکھ درہم تھی۔

(مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ: ۵۳۵۹ ووافقہ الذھبی)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بدری صحابہ کے لیے بھی وصیت فرمائی، آپ کی وفات کے موقع پر بدری صحابہ کی تعداد ایک سو (۱۰۰) رہ گئی تھی ، چناں چہ وصیت کے

مطابق ان کے درمیان مال تقسیم کیا گیا، جن میں سے حضرت عثمان ؓ کو بھی چار سو دینار ملے اور حضرت عثمان ؓ نے اس کو قبول بھی فرمایا۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۹، ۳/ ٦۴)

امام دارقطنیؒ نے آپ کے دو واقعات کو بیان فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین جو ''کیدمہ'' (مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے) تھی، اس کو چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کیا، حضرت عثمان ؓ نے حضرت عبداللہ بن ابوسرح کو ثمن کی ادائیگی کا حکم دیا، انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو وہ چالیس ہزار دینار سپرد کردئے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے وہ ساری رقم قبیلہ بنوزہرہ، فقرائے مسلمین اور ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم فرمادی۔

حضرت مسورہ بن مخرمہ کہتے ہیں:

جب میں حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں ان کا حصہ لے کر حاضر ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ رقم حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ ارسال فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحنو علیکم من بعدي الا الصابرون.

میرے بعد تم پر شفقت ومہربانی صابر لوگ ہی کریں گے۔

پھر حضرت عائشہ ؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کے لیے دعا دی:

سقی اللہ عبدالرحمٰن من سلسبیل الجنة.

اللہ تعالیٰ عبدالرحمن بن عوف ؓ کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب فرمائے۔ (اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد الرحمن بن عوف:۳۹۱۱، ۳۵/ ۲۸۳، واخرجہ الحاکم عن ام بکر:۵٦۳۵، و

التر مذی معناہ:۳۷۴۹، ورواہ احمد فی مسند عائشۃ: ۲۴۷۲۴)

واقعہ(۲)

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لیے پچاس ہزار دینار کی وصیت کی، چناں چہ ایک ایک شخص کو ایک ایک ہزار دینار دئے گئے۔
(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبدالرحمن بن عوف:۳۹۱۱، ۲۹۹/۳۵، والذھبی فی سیر اعلام النبلاء فی ترجمۃ عبدالرحمن بن عوف، ترجمہ:۹، ۶۴/۳)

۞--۞--۞

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سعد بن عبادہ بن دلیم ہے، انصار کے قبیلہ ''خزرج'' کے سردار اور ان کے ترجمان ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں انصار کا جھنڈا انہیں کے سپرد فرماتے تھے، ''منیٰ'' کی گھاٹیوں میں سب سے پہلے جن بارہ انصاری صحابہ نے آپ ﷺ سے ملاقات فرما کر اسلام قبول کیا، اُن خوش نصیبوں میں آپ بھی شامل تھے، اس بیعت کے بعد کفار مکہ نے حضرت سعد بن عبادہؓ اور منذر بن عمروؓ کو گرفتار کرلیا، منذر بن عمروؓ کسی طرح بچ کر نکل گئے، سعد بن عبادہؓ کو بہت تکلیفیں دی گئیں، پھر جبیر بن مطعم اور حارث بن عمرو بن امیہ نے ان کو کفار کی قید سے نجات دلائی۔

(ابن عساکر، ترجمہ:۲۴۱۹، ۲۰/۲۴۶)

غزوۂ بدر کے موقع پر کفار ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینے پر چڑھائی کے ارادے سے روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ سے مشورہ فرمایا: میرے عزیز صحابہ!

مجھے مشورے دو، حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے، (آپ کو صحابہ کی حمایت وتعاون کا یقین دلایا) رسول اللہ ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی، پھر دوبارہ یہی ارشاد فرمایا، حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے (آپ کی حمایت وتائید کی بات کہی)، رسول اللہ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا، پھر دوبارہ یہی ارشاد فرمایا: (انصار کو احساس ہوا کہ آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے، اس لیے) حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! (شاید آپ ہم انصار کی رائے سننا چاہتے ہیں)

لو امرتنا یارسول اللہ ! ان نخیضها البحر لاخضناها ،ولو امرتنا ان نضرب اکبادها الی برك الغماد لفعلنا .

(مسلم، کتاب الجهاد والسیر، غزوة بدر: ۱۷۷۹)

یارسول اللہ ! اگر آپ ہمیں سواریوں کو سمندر میں داخل کرنے کا حکم دیں ،تو ہم (پیچھے نہیں ہٹیں گے ،اس کے لیے بھی) تیار ہیں، اگر آپ ہمیں برک الغماد (یمن کے دور دراز علاقہ) تک سفر کا حکم دیں، ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہء خلافت میں ۱۴/ ۱۵ ہجری کو ملک شام میں ''حوران'' نامی شہر میں وفات پائی ،کھڑے ہوکر یا کسی سوراخ میں پیشاب کیا،جس کی وجہ سے جنات نے حملہ کردیا، جنات کے حملے کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

(اسد الغابہ، ترجمہ: ۲۰۱۳، ۲/ ۲۹۹)

حضرت عبادہؓ بہت بڑے سخی تھے، ہر دن اسی (۸۰) اصحابِ صفہ کو رات کا کھانا کھلاتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۶۱، ۳/ ۱۷۰)

فرض نمازوں کے بعد دعا فرماتے تھے:

اے اللہ! مجھے مال عطا فرمایئے ؛ تاکہ میں اپنی خاندانی روایات (سخاوت، مہمان نوازی ،غریب پروری اور قدرتی آفات پر لوگوں کے ساتھ ہم دردی وخیر خواہی وغیرہ امور) کو بجالاسکوں۔(تاریخ ابن عساکر، ترجمہ سعد بن عبادۃ: ۲۴۱۹، ۲۰/ ۲۵۵)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے ،سلام کیا،حضرت سعدؓ نے بہت آہستہ سے جواب دیا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سلام فرمایا،حضرت سعدؓ نے پھر آہستہ سے جواب دیا، تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آنے لگے،حضرت سعدؓ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ہر بار آپ کے سلام کا جواب دیا ہے؛ لیکن نہایت آہستہ سے دیا؛ تاکہ آپ کی سلامتی ورحمت کی دعائیں ہمیں زیادہ نصیب ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان، گھر تشریف لے چلیے ،حضرت سعدؓ نے آپ کے لیے غسل کا انتظام کیا، غسل سے فراغت کے بعد زعفران یا ورس میں رنگی ہوئی چادر پیش فرمائی (مردوں کے لیے اُس وقت اس طرح کی چادر درست ہوگی)،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: اے اللہ! سعد کے گھرانے پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

پھر حضرت سعدؓ نے کھانا (کھجور، تل، کشمش وغیرہ بھی) پیش فرمایا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا اور تین دعائیں دیں، تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، روزہ دار تمہارے پاس افطار کریں اور ملائکہ تمہارے لیے رحمت کی دعائیں کریں۔

جب آپ جانے لگے، تو سواری کے لیے گدھا پیش فرمایا، اس کی زین پر چادر بچھائی اور اپنے بیٹے قیس سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت کر کے آؤ، حضرت قیسؓ رخصت کرنے کے لیے چلے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: قیس! سوار ہو جاؤ، وہ (ادب و تعظیم کے خیال سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار نہیں ہوئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیس! سوار ہو جاؤ، یا گھر واپس چلے جاؤ، حضرت قیسؓ گھر واپس آ گئے۔ (ملخص من روایتین، تاریخ ابن عساکر، ترجمہ سعد بن عبادۃ: ۲۴۱۹، ۲۰/۲۵۲)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہڈیوں کے گودے سے بھرا ہوا پیالہ پیش فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، ابوثابت! یہ کیسا پیالہ ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے چالیس جانوروں کو ذبح کیا، میری خواہش ہوئی کہ آپ کو پیٹ بھر کر ہڈیوں کا گودا کھلاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول فرمایا، نوش فرمایا اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

(تاریخ ابن عساکر، ترجمہ سعد بن عبادۃ: ۲۴۱۹، ۲۰/۲۵۶)

امام دارقطنیؒ نے آپ کے پانچ واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا منادی ان کے قلعے پر کھڑے ہو کر اعلان کرتا تھا کہ جو شخص چربی اور گوشت (مرغن غذائیں) کھانا چاہتا ہے، وہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس آ جائے، حضرت سعد بن عبادہؓ دعا کیا کرتے تھے:

اللّٰهم هب لي حمدا، وهب لي مجدا، لا مجد إلا بفَعال، ولا فعال إلا بمال، اللّٰهم إنه لا يصلحني القليل، ولا أصلح عليه.

اے اللہ! مجھے قابلِ تعریف کام کی توفیق عنایت فرما، بزرگی اور شرافت عطا فرما، بزرگی اور شرافت جود وسخا کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، جود وسخا اور اچھے کارنامے مال کے بغیر نہیں کئے جاسکتے، اے اللہ! تھوڑا مال میرے لیے کافی نہیں ہے، تھوڑے مال پر میں صلح نہیں کرسکتا اور اس پر راضی نہیں ہوسکتا۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ سعد بن عبادہ: ۲۴۱۹، ۲۰/ ۲۶۳)

واقعہ (۲)

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہؓ دعا کرتے تھے:

اللّٰهم ارزقني مالا، وفعالا، فإنه لا يصلح الفعال إلا بالمال.

اے اللہ! مجھے مال اور جود وکرم نصیب فرما، جود وکرم اور قابل تعریف کارنامے مال کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادۃ: ۵۷۵۶، ۲۰/ ۲۶۴)

واقعہ (۳)

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہؓ اپنی چادر پھیلا کر دعا کرتے تھے:

اللّٰهم اوسع علي، فإنه لا ينفعني إلا الكثير.

اے اللہ! میرے لیے مالی وسعت عطا فرما، میرے لیے مال کی کثیر مقدار ہی سودمند ہے۔ (اس لیے کہ سخاوت کے عادی تھے)

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ سعد بن عبادۃ: ۲۴۱۹)

واقعہ (۴)

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللّٰهم هب لي حمدا ومجدا، لا مجد إلا بفعال، ولا فعال إلا بمال،

اللّٰهم لا يصلحني القليل، ولا اصلح عليه.

اے اللہ! مجھے قابل تعریف اور شرافت وکرم کے کاموں کی توفیق نصیب فرما، کرم وشرافت اچھے کارناموں کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، اچھے کارنامے مال کے بغیر نہیں کئے جاسکتے، اے اللہ! تھوڑا مال میرے کام نہیں آسکتا (اس لیے کہ میں بہت سخاوت کرتا ہوں) اور میں تھوڑے مال پر صلح وقناعت بھی نہیں کرسکتا۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ سعد بن عبادۃ: ۱۹/۲۴، ۲۰/ ۲۶۴)

واقعہ (۵)

یحییٰ بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہر دن ایک کھانے کا پیالہ بطور ہدیہ بھیجا جاتا تھا، جس دن جہاں رسول اللہ ﷺ کا قیام ہوتا ہے، وہ پیالہ اسی مقام پر پہنچادیا جاتا اور حضرت سعدؓ مندرجہ ذیل دعا فرمایا کرتے تھے:

اللّٰهم ارزقني مالا، لا يصلح الفعال إلا بالمال.

اے اللہ! مجھے مال عطا فرما، جودوکرم اور قابل تعریف کارنامے مال کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔ (اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ سعد بن عبادہ: ۱۹/۲۴، ۲۰/ ۲۵۵)

عبرت ونصیحت: مال رحمت بھی ہے اور زحمت بھی

مال اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور زندگی کا ایک بہترین سہارا ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی اور دوسروں کی بے شمار دینی اور دنیوی ضروریات پوری کرسکتا ہے، مال ''رحمت'' بھی ہے اور ''زحمت'' بھی، مال امتحان بھی ہے اور آزمائش بھی، کسی کے لیے فتنہ وفساد کا سبب ہے، کسی کے لیے راحت وطاعت کا سبب۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دنیوی مال واسباب کو اپنا فضل قرار دے کر اسے جائز ذرائع سے حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے؛ تاکہ انسان راحت وسکون، عزت ووقار اور خوشی ومسرت کے ساتھ زندگی بسر کرسکے، حلال مال نیک انسان کے لیے بہت

ہی کار آمد، اس کی ضروریات اور مصارف میں نہایت معین و مددگار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کثرتِ مال کی دعا کرتے تھے؛ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل علم وفضل کے اکرام، مہمانوں کی ضیافت، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت کی تکمیل کی جا سکے، جود وسخا اور رفاہی خدمات کے لیے مال کی دعا کرنے کی گنجائش ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میرے پاس بھیجا اور فرمایا: اپنے کپڑے اور ہتھیار لو، پھر میرے پاس آؤ، میں تیار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے، نگاہ اوپر کی جانب اٹھائی، پھر نیچی کر لی، اس کے بعد ارشاد فرمایا:

میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح سالم اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹو، میری خواہش ہے کہ تمہیں بہتر مال حاصل ہو، میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ! مَا أَسْلَمْتُ مِنْ أَجْلِ الْمَالِ. وَلٰكِنِّي أَسْلَمْتُ رَغْبَةً فِي الْإِسْلَامِ، وَأَنْ أَكُونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یا رسول اللہ! میں نے مال و دولت کے لیے اسلام قبول نہیں کیا ہے؛ بلکہ میں نے اسلام کی رغبت و محبت اور آپ کی رفاقت و معیت کے لیے قبول کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نِعْمَ المالُ الصالحُ للرجلِ الصالح.

اے عمرو! اللہ کے نیک بندے کے لیے جائز و پاکیزہ مال و دولت اچھی، قابل قدر نعمت اور بہترین متاع حیات ہے۔ (مسند احمد، مسند عمرو بن العاص: ۱۷۷۶۳)

اسلام میں مال و دولت کمانے کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے رزقِ حلال کے لیے محنت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، انسانی تاریخ میں بہت سے انبیاء اور صالحین ایسے گذرے ہیں جن کے پاس بے شمار دولت تھی،

بہت سارے صحابہ کرام میں بھی مال دار تھے؛البتہ مال کے فتنوں سے محفوظ رہنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

دورِحاضر میں لوگوں میں دین وایمان کی اہمیت زیادہ نہیں ہے، دنیوی ساز وسامان کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اور معمولی سی تکلیف ہی نہیں ؛ بلکہ ظاہری فیشن کے خلاف ورزی ہوجانے پر دین چھوڑنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔

عام طور سے لوگ صبر وقناعت،غنائے قلبی ورضائے الٰہی،تسلیم ورضا سے محروم ہیں، اس وجہ سے اللہ کی تقدیر وفیصلے سے راضی اوراس کی مشیت وحکمت کے سپرد کرنے کے بجائے شکوے،شکایات اوراعتراضات میں مبتلا ہوجاتے ہیں، مال داروں پر حسد کرنے لگتے ہیں، مال کی حرص وطمع کی بنا پر حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر غلط راستوں : چوری،ڈکیتی ،سود،رشوت،جسم فروشی وغیرہ مختلف معاصی وناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یقیناً یہ راستے ان کی دنیاوآخرت کی ہلاکت وبربادی کا سبب ہیں۔

اسی وجہ سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کادالفقر ان یکون کفرا.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ،الحث علی ترك الغل والحسد:۶۱۸۸)

یعنی تنگ دستی انسان کوبعض اوقات کافر بنادیتی ہے۔

یہی امورتنگ دستی اورفقر کے فتنے ہیں،جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو پناہ طلب کرنے کی تلقین وتعلیم دی ہے

اللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الكَسَلِ وَالهَرَمِ، وَالمَأْثَمِ وَالمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ القَبْرِ، وَعَذَابِ القَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الغِنَى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الفَقْرِ.

(رواہ البخاری عن عائشۃ،کتاب الدعوات،باب التعوذ من فتنۃ الفقر:۶۳۷۷)

اے اللہ! میں تجھ سے سستی وکاہلی اور بڑھاپے سے پناہ طلب کرتا ہوں،گناہ اور

تاوان میں مبتلا ہونے سے پناہ چاہتا ہوں، قبر کے فتنے اور اس کے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں، جہنم کے فتنے اور جہنم کی آگ سے پناہ چاہتا ہوں، مال داری اور غربت کے فتنوں سے پناہ چاہتا ہوں۔

ایک ضعیف حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے، میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر میں ان کو فقیر بنادوں، تو اس کی حالت خراب ہوجائے گی، (قلتِ صبر، وعدم قناعت کی وجہ سے مختلف معاصی کی طرف قدم اٹھا سکتا ہے)

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں:

كان المال فيمامضى يكره، فاما اليوم، فهو ترس المومن.

وقال: لو لاهذه الدنانير، لتمندل بناهو لاء الملوك، وقال: من كان في يده من هذه شيئًا، فليصلحه، فانه زمان، ان احتاج كان اول من يبذل دينه، وقال: الحلال لايتحمل السرف. (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعة: ۵۲۹۱)

گذشتہ زمانے میں مال جمع کرنے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آج یہ مال مومن کی ڈھال ہے، اگر یہ دینار ودرہم (ہمارے پاس) نہ ہوں، تو یہ بادشاہ (اور مال دار لوگ) ہمیں صفائی کا رومال (ٹشو کاغذ) بنالیں گے، لہٰذا جس کے پاس دینار ودرہم میں سے کچھ ہو، تو اسے چاہئے کہ اس مال کو مناسب طریقے پر کام میں لائے؛ کیوں کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر کچھ حاجت پیش آگئی، تو انسان سب سے پہلے حاجت پوری کرنے کے لیے اپنے دین کو فروخت کرے گا۔

ایسے لوگوں کے لیے حلال مال حاصل کرنے اور اس کو محفوظ رکھنے کی زیادہ اہمیت ہوگی، اللہ مال دے، تو مال کی نعمت پر شکر گذاری، مالی حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضا وطاعت میں استعمال کرنا چاہئے۔

جب اللہ کی معصیت اور نافرمانی: اسراف وفضول خرچی، فخر ومباہات میں مال استعمال کیا جانے لگے، مالی حقوق (: زکوۃ، صدقاتِ واجبہ، صدقاتِ نافلہ، صلہ رحمی، مہمان

نوازی، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت کی تکمیل اور رفاہی خدمات وغیرہ) ادا نہ کئے جائیں، عیش وعشرت میں مبتلا ہوکر کبر وغرور، ظلم وزیادتی، غرباء کی تحقیر، تذلیل اور تفاخر وخدا فراموشی میں مبتلا ہوجائیں، تو یہ مال وبال جان اور اللہ تعالیٰ کی گرفت اور انسان کی ہلاکت وبربادی کا سبب ہے، اس طرح کی مال داری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

بعض بندوں کے لیے دینی، دنیوی اور اخروی اعتبار سے غریبی اور مفلسی بہتر ہوتی ہے، ایک ضعیف حدیث قدسی میں مروی ہے: میرے بعض بندے ایسے ہیں جن کو میں مال دار بنادوں، تو دنیا میں فساد مچادیں گے، اللہ انسان کے خالق ومالک ہیں، اس کی فطرت ومصالح سے واقف ہیں، اس کے لیے جو بہتر ہے، وہی مقدر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾ (الشوری:۲۷)

اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق کو وسیع کردے، تو وہ روئے زمین پر سرکشی کرنے لگ جائیں؛ لیکن وہ جتنا چاہتا ہے انداز (مناسب) سے اتارتا ہے، وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

یعنی اللہ سے بڑھ کر اپنے بندوں کی مصلحتوں، صلاحیتوں، استعدادوں کا جاننے والا اور ان کے احوال واعمال پر نظر رکھنے والا اور کون ہوگا؟ وہ ہر بندے کو اس کے ظرف، ضرورت ومصلحت کے لائق ہی روزی دیتا ہے، ورنہ اگر وہ بے تحاشا سب کو خوش حال ہی بنادے، تو انسان کے عام طبائع ایسی ہیں کہ بجائے امن وآشتی کے فتنہ وفساد برپا ہو جائے، سب ایک دوسرے کے دشمن ہوکر کفر ونافرمانی میں مبتلا ہوجائیں۔ (تفسیر ماجدی)

چوں کہ عام طور سے انسان مال کی محبت، حرص، نفسانی خواہشات اور مال کے نشے میں مست ہوکر مختلف معاصی، اسراف سے محفوظ رہنے کی فکر چھوڑ دیتا ہے، عیش وعشرت میں مبتلا ہوکر سرکش ہوجاتا ہے، حلال وحرام کی تمیز کا لحاظ نہیں رکھتا ہے، مال ودولت کی

ایک خاصیت یہ ہے کہ جتنی دولت بڑھتی ہے، اتنا ہی حرص وہوس میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک دوسرے کی املاک پر قبضہ جمانے کے لیے زور وزبردستی کا استعمال عام ہوجاتا، لڑائی جھگڑے، سرکشی اور دوسری بداعمالیاں حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

مال دار وامیر لوگ عام طور سے طغیان وسرکشی اختیار کر کے دنیا میں فتنہ وفساد مچاتے ہیں، نہ خدا کے سامنے جھکتے ہیں، نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے ہیں جیسا کہ ہم اپنے زمانے کے مرفہ الحال لوگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں، جتنا آجائے، اس سے زیادہ کے طالب رہتے ہیں، کوشش اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور قارون کے واقعے میں مال کی سرکشی کا بہترین نمونہ بالتفصیل بیان فرمایا ہے، مذکورہ بالا خرابیوں کی وجہ سے مال سے دور رہنے کو محبوب سمجھا گیا ہے۔

علماء نے ارشاد فرمایا ہے:

فقیر صابر وقانع، راضی بالقضا ہو، تو اس کے لیے فقر بہتر ومناسب ہے کہ قیامت میں مال حاصل کرنے اور اس کو خرچ کرنے وغیرہ کے حساب وکتاب سے محفوظ ہوگا، جلد جنت میں داخل ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے فقراء مال داروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (مال دار حساب وکتاب میں مشغول ہوں گے) (رواہ الترمذی عن ابی سعید، کتاب الزہد: ۲۳۵۱)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت قیسؓ حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہونہار فرزند اور ان کا عکس جمیل ہیں، خود صحابی اور صحابی کے بیٹے، اپنی قوم کے متفق علیہ سردار اور سردار کے بیٹے ہیں، شریف، بہادر، صاحبِ رائے، خفیہ تدابیر میں ماہر، نہایت سخی وفیاض تھے، آپ کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ٢٤٣، ٢٤٩/٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ومحافظ تھے، حضرت قیسؓ فرماتے ہیں: میرے والد نے مجھے خدمت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا۔
(ترمذی، ابواب الدعوات، باب فضل لاحول ولاقوۃ:٣٥٨١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے رہتے تھے، جیسے حاکم کے سامنے پولس (کا حفاظتی دستہ) رہتا ہے۔
(رواہ البخاری عن انس، کتاب الاحکام، باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب: ٧١٥٥)

سن چھتیس (٣٦) ہجری میں حضرت علیؓ کی جانب سے مصر کے گورنر مقرر ہوئے، حضرت معاویہؓ کے اخیر دورِ خلافت میں ٥٧/٦٠ ہجری میں وفات پائی۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ٢٤٣، ٢٥٢/٤)

سفروں میں روزانہ ساتھیوں کو خوب کھلاتے پلاتے، اپنا زادِ راہ ختم ہوجاتا، تو قرض لے کر کھلاتے پلاتے اور یہ آواز لگاتے کہ جو شخص گوشت اور ثرید کھانا چاہتا ہے، وہ ہمارے پاس آجائے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ٢٤٣، ٢٤٨/٤)

ایک عورت آپ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میرے گھر میں چوہے کم ہوگئے ہیں، (گھر میں راشن کم ہے، جس کی وجہ سے چوہوں کی آمد ورفت کم ہے)

حضرت قیسؓ نے فرمایا:

سوال کا انداز نہایت نرالہ ہے، پھر اپنے خادموں سے فرمایا: ان کے گھر کو روٹی، گوشت، گھی اور کھجور سے بھر دو۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ٢٤٣، ٢٤٨/٤)

آپ کے والد حضرت سعد بن عبادہؓ خلافتِ صدیقی کے شروع میں اپنی جائداد اپنی اولاد میں تقسیم فرما کر ملک شام چلے گئے، وہاں جانے کے بعد ان کو ایک لڑکا ہوا، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے حضرت قیسؓ سے فرمایا: اِس بچے کو بھی حصہ دے دو، انہوں نے جواب دیا: میرے والد نے مال کو جس طرح تقسیم فرمایا، میں اس ترتیب و تقسیم کو نہیں بدلوں گا؛ البتہ میرا حصہ میں ان کو دے دیتا ہوں۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۲۴۳، ۴/۲۴۹)

لوگوں کے ذمے حضرت قیسؓ کا بہت قرضہ تھا، ان کی طبیعت ناساز ہوگئی، چند ہی لوگ عیادت کے لیے آئے، حضرت قیسؓ نے اپنی اہلیہ سے معلوم کیا کہ لوگ میری عیادت کے لیے کیوں نہیں آرہے ہیں؟ انہوں نے کہا: قرضے کی ادائیگی کے خوف سے نہیں آرہے ہیں، حضرت قیسؓ نے سب لوگوں کے نام پرچیاں لکھیں کہ تمہارا قرضہ معاف ہے، پھر لوگ آپ کی عیادت کے لیے ٹوٹ پڑے کہ بالائی منزل میں مقیم تھے، اس کی سیڑھیاں توڑ ڈالیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۲۴۳، ۴/۲۴۸، الاستیعاب ۳/۳۵۲)

امام دارقطنیؒ نے حضرت قیس بن عبادہؓ کے چھ واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ان کے قلعے پر یہ اعلان کرتے ہوئے پایا ہے کہ ''جو شخص چربی (مرغن غذائیں) اور گوشت کھانا چاہتا ہے'' وہ سعد بن عبادہؓ کے پاس آجائے، میں نے ان کے بیٹے کو بھی اسی طرح (باپ کی طرح سخی) پایا ہے، قیس بن عبادہؓ نے مدینے کی جانب سفر کیا، ان کے ساتھ ان کے رفقائے سفر تھے، وہ ہر دین ایک اونٹ ذبح کیا کرتے تھے؛ یہاں تک کہ وہ ''صرار'' پہنچے، (صرار: مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک کنواں تھا) مدینہ واپسی تک ہر دن ایک اونٹ ساتھیوں کے لیے ذبح کیا کرتے تھے۔ (اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادہؓ: ۵۷۵۶، ۴۹/۵۷۵۶)

واقعہ(۲)

ابوحمزہ حمیریؒ فرماتے ہیں: حضرت جابرؓ نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کے ہم راہ روانہ فرمایا، جس کے امیر قیس بن عبادہؓ تھے، فوج (کھانے پینے کے سامان کے اعتبار سے) مشقت وتکلیف میں مبتلا ہوگئی، (زادِراہ ختم ہوگیا) توقیس بن عبادہؓ نے لشکر کی ضرورت وضیافت کے لیے سواری کے نو اونٹ ذبح کردئے، واقعے کے راوی عمر بن الحارث کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کارگذاری کوسن کر) فرمایا:

إن الجود لمن شيمة أهل ذلك البيت.

سخاوت اس گھر کی خاص صفت ہے۔

نوٹ: حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں: اس روایت کے راوی ''ابراہیم بن اسحاق'' کہتے ہیں: اس لشکر کے امیر ابوعبیدہؓ تھے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادہؓ: ۵۷۵۶، ۴۹/۴۱۱)

واقعہ(۳)

ابوحمزہؒ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں:
ایک لشکر جس کے امیر قیس بن عبادہؓ تھے، (اس روایت میں حضرت قیس کی امارت کی صراحت ہے، کھانے پینے کے سامان کے اعتبار سے) مشقت وتکلیف میں مبتلا ہوگیا، (زاد راہ ختم ہوگیا) توقیس بن عبادہؓ نے سواری کے نو اونٹ لشکر کی ضرورت وضیافت کے لیے ذبح کردئے۔

عمرو بن الحارث کہتے ہیں: انہوں نے عمرو بن دینارؒ کوفرماتے ہوئے سنا، انہوں نے حضرت جابرؓ کوفرماتے ہوئے سنا:
ایک انصاری شخص نے تین اونٹ ذبح کئے، پھر دوسرے دن بھی تین اونٹ ذبح کئے، تیسرے دن بھی اسی طرح تین اونٹ ذبح کئے، اس کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کومنع کردیا، وہ خاموش ہوگئے (اس روایت میں مطلقاً ایک انصاری شخص کی نسبت

سے واقعہ بیان کیا گیا ہے)

عمرو بن دینار کہتے ہیں:

میں نے ابوصالح ذکوان سے سنا ہے کہ وہ انصاری صحابی حضرت قیس بن سعدؓ تھے۔

عمرو بن الحارث کہتے ہیں:

جب وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کارگذاری سنائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الجـود لِمن شيمة أهل ذلك البيت.

سخاوت اس گھر کی خاص صفت ہے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادہ: ۵۶/ ۵۷، ۴۹/ ۴۰۹)

واقعہ (۴)

سفیان عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھ سے عمرو بن دینارؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا: ہم میں ایک آدمی تھے، جب (سامان سفر اور زادِراہ ختم ہوجانے کی وجہ سے ساتھیوں کو) سخت بھوک لگی، تو انہوں نے تین اونٹ ذبح کئے، پھر تین اونٹ ذبح کئے، پھر تین اونٹ ذبح کئے، اس کے بعد (امیر جماعت) حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں منع کردیا۔

عمرو بن دینارؒ نے ابوصالح کی سند سے قیس بن سعد سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا:

میں ایک لشکر ''جیش الخبط'' میں شریک تھا (یعنی وہ لشکر جس کو زادِراہ کی قلت کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے کی نوبت آ گئی تھی) لوگ بہت فقر وفاقے میں مبتلا ہوگئے، میرے والد صاحب نے فرمایا: اونٹ ذبح کرو (یعنی ایسے سنگین حالات میں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا تھا) میں نے عرض کیا: میں نے اونٹ ذبح کیا، پھر دوبارہ لوگ بھوک مری میں مبتلا ہوگئے، میرے والد صاحب نے فرمایا: اونٹ ذبح کردو، میں نے عرض کیا: میں ذبح کردیا، پھر فقر و تنگی اور شدید بھوک میں مبتلا ہوگئے، میرے ابا نے کہا: اونٹ

ذبح کردو، میں نے عرض کیا: ذبح کر دیا، اس کے بعد مجھے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا گیا (کہیں ایسا نہ ہو کہ وطن پہنچنے کے لیے سواری کی قلت پیدا ہو جائے اور مصیبت دہری ہو جائے) (اخرجہ البخاری مثلہ فی صحیحہ، کتاب المغازی، باب غزوۃ سیف البحر: ۴۳۶۱)

واقعہ (۵)

داؤد بن قیس، ابراہیم بن محمد انصاری اور خارجہ بن حارث یہ تینوں حضرات بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ''جہنیہ'' کی جانب ساحلِ سمندر کی طرف ایک سریہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا، جس میں مہاجرین وانصار شامل تھے، ساتھیوں کی تعداد تین سو تھی، ساتھی سخت فقر وفاقے میں مبتلا ہو گئے، حضرت قیس بن سعدؓ فرمایا:

من يشتري مني تمرا بجزور يوفيني الجزر ههنا، وأوفيه التمر بالمدينة.

کھجور کے بدلے میرے ہاتھ اونٹ کون فروخت کرے گا، یعنی فی الحال مجھے اونٹ دے دے اور مدینہ واپس ہو کر میں اس کو کھجور ادا کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

واعجبًا لهذا الغلام، لا مال له يدين في مال غيره.

تعجب ہے اس نوجوان پر! دوسرے کے مال کے بھروسے پر قرض لے رہا ہے۔

پھر قیس بن سعدؓ کو قبیلہ ''جہنیہ'' کا ایک شخص مل گیا، حضرت قیسؓ نے فرمایا: میرے ہاتھ اونٹ فروخت کر دو، میں مدینے میں تمہارے لیے کھجور کے درختوں کی ایک گلی دے دوں گا، اس جہنی شخص نے کہا: میں تمہیں نہیں جانتا تم کون ہو؟ حضرت قیسؓ نے فرمایا: میں سعد بن عبادۃ بن دلیم کا لڑکا ہوں، اُس جہنی شخص نے کہا: تم نے میرے سامنے کیا ہی بہترین تعارف کرایا، میرے اور حضرت سعدؓ کے درمیان دوستی ہے، وہ مدینے کے سردار ہیں۔

چناں چہ اُس جہنی شخص نے حضرت قیسؓ کے ہاتھ پانچ اونٹ فروخت کردیے، ایک اونٹ ایک وسق (ساٹھ صاع) کھجور کے عوض فروخت کردیا، پھر اُس دیہاتی شخص نے حضرت قیسؓ کے سامنے شرطیں رکھیں، آل دلیم کی کھجوریں چاہئے جو ذخیرہ کی گئی ہوں، حضرت قیسؓ دیہاتی کی ہر شرط کو قبول کررہے تھے، پھر اُس دیہاتی شخص نے کہا: اس معاملے پر میرے لیے کوئی گواہ مقرر کیجئے، حضرت قیسؓ نے چند انصاری اور مہاجر صحابہ کو گواہ بنادیا، پھر کہا: آپ جن کو گواہ بنانا چاہتے ہیں، بنالیجئے، دیہاتی شخص نے جن لوگوں کی گواہی کا مطالبہ کیا، ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، آپؓ نے گواہ بننے سے انکار کردیا اور فرمایا:

لا أشهد، هذا يدين من مال، ولا مال له، إنما المال لأبيه.

یہ دوسرے کے مال کی امید وبھروسے پر قرض حاصل کررہے ہیں، ان کے پاس ادائیگی کے لیے مال نہیں ہے، مال ان کے والد کا ہے، لہذا میں گواہ نہیں بنوں گا۔

اُس دیہاتی شخص نے کہا:

خدا کی قسم! حضرت سعدؓ (قیس کے والد) اپنے بیٹے کے ساتھ کھجور کے درختوں کی گلی کے بارے میں بدعہدی نہیں کریں گے، میں ان کے خوب صورت چہرے کو دیکھ رہا ہوں اور ان کے اچھے کارناموں کو جانتا ہوں، چناں چہ حضرت عمرؓ اور حضرت قیسؓ کے درمیان کچھ بات چیت ہوگئی، آخر کار حضرت قیسؓ نے حضرت عمرؓ کو گواہ بنا کر دیہاتی سے اونٹ حاصل کرلیے، ان اونٹوں کو چند مقامات پر ہر دن ایک ایک اونٹ کے حساب سے ذبح کرتے رہے، چوتھے دن اُن کے امیر صاحب نے انہیں منع کردیا اور کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنی ذمہ داری کو ہلکا اور بے حیثیت کردو، اس لیے کہ تمہارے پاس مال نہیں ہے (مال نہیں ہوگا، تو قرضہ ادا نہیں کرپاؤ گے، پھر تمہاری ذمہ داری کی کوئی وقعت اور حیثیت باقی نہیں رہے گی)

رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں:

امیر لشکر حضرت ابوعبیدہؓ حضرت عمرؓ کے ہم راہ حضرت قیسؓ کے پاس آئے اور

فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ،تم اونٹ ذبح نہ کرو، کیا تم اپنے ذمہ داری کو بے وقعت اور بے حیثیت بنانا چاہتے ہو؟

حضرت قیسؓ نے عرض کیا:

اے ابوعبیدہ! تمہارا کیا خیال ہے، میرے والد ابوثابت سعد بن عبادہؓ کے بارے میں کہ وہ لوگوں کے قرضے ادا کریں گے، محتاجوں کا سہارا بنیں گے، تنگ دستی اور قحط سالی کے موقع پر لوگوں کو کھانا کھلائیں گے اور میرا قرضہ کھجور کے درختوں کی ایک گلی جس کو میں نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لیے حاصل کیا، اس کو ادا نہیں کریں گے؟

امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہؓ حضرت قیسؓ کی باتوں کو سن کر کچھ نرم پہلو اختیار کرنے ہی والے تھے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمانے لگے: ان کو اللہ کا واسطہ دیجئے اور اونٹ ذبح کرنے سے سختی سے منع کر دیجئے، چناں چہ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کو اونٹ ذبح کرنے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا، حضرت قیسؓ کے پاس ان اونٹوں میں سے دو اونٹ بچ گئے، ان پر باری باری سواری کرتے ہوئے مدینہ پہنچے۔

ادھر مدینہ منورہ میں لشکرِ اسلام کے حالات (اس کی تنگ دستی اور فاقہ کشی) کی خبر حضرت سعد بن عبادہؓ کو پہنچی، حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا: اگر قیس ویسے ہی ہوں، جیسے میں اس کو جانتا ہوں، تو وہ ساتھیوں کے لیے اونٹ کو ذبح کر دیں گے، جب قیسؓ مدینہ پہنچے، تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے دریافت فرمایا: لشکر کے قحط سالی اور بھوک مری کے موقع پر تم نے کیا کیا؟

بیٹے نے عرض کیا:

میں نے اونٹ ذبح کیا۔

حضرت سعدؓ نے فرمایا:

بالکل ٹھیک کیا۔

پھر کیا ہوا؟

بیٹے نے عرض کیا:

دوبارہ اونٹ ذبح کیا۔

فرمایا: بالکل درست کیا۔

پھر حضرت سعدؓ نے بیٹے سے پوچھا:

پھر کیا ہوا؟

بیٹے نے عرض کیا،

پھر اونٹ ذبح کیا۔

پھر کیا ہوا؟

بیٹے نے کہا:

مجھے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا گیا۔

پوچھا کس نے منع کیا؟

حضرت قیسؓ نے عرض کیا:

میرے امیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔

پوچھا: انہوں نے تمہیں کس وجہ سے منع کیا؟

حضرت قیسؓ نے عرض کیا:

انہوں نے کہا: جو مال ہے، وہ تمہارے والد کا ہے، تمہارے پاس مال نہیں ہے، اس لیے منع کر دیا۔

میں نے عرض کیا:

میرے والد اجنبی اور پرایوں کے قرضے ادا کرتے ہیں، مفلس لوگوں کا تعاون کرتے ہیں، قحط اور بھوک مری میں لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں، کیا میرا قرضہ ادا نہیں کریں گے؟

حضرت سعدؓ نے فرمایا:

قیس! کھجور کے چار باغات تمہارے لیے ہیں، ان باغات میں سے سب سے چھوٹے باغ کے کھجور کی پیداوار پچاس وسق تھی۔ (وسق ایک قدیم پیمانہ ہے، موجودہ اوزان کے اعتبار سے ایک وسق ایک سو پچانوے کلو تین سو ساٹھ گرام ہے: تحفۃ الالمعی ۳/ ۵۳۲،

پچاس وسق کی مقدار تقریباً ۹۷۶۸ نو ہزار سات سواڑسٹھ کلو ہوتے ہیں، تقریباً دس ٹن)

دیہاتی صحابی حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ آئے، حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے ان سے کیا گیا وعدہ پورا کیا، جوڑا دیا، سواری دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے واقعے کی خبر ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنــه مـن بيت جـود.

وہ سخی گھرانے کے انسان ہیں۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادہ: ۵۷۵۶، ۴۹/۴۱۱)

عمر بن شجاع کہتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب وہ دیہاتی صحابی آئے، تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم! تمہارا بیٹا بے مثال ہے، تم صاحبِ جائداد ہو، بیٹے کو مال کے بغیر نہیں چھوڑا ہے، تمہارا بیٹا اپنی قوم کا سردار ہے، امیر لشکر نے مجھے ان کے ہاتھ اونٹ فروخت کرنے سے منع کیا، میں نے ان سے پوچھا: ان کے ساتھ معاملہ کیوں نہ کروں، انہوں نے جواب دیا: ان کے پاس مال نہیں ہے، جب قیس رضی اللہ عنہ نے اپنا نسب تم سے منسوب کیا، تو میں نے ان کو پہچان لیا، میں نے ان کے ہاتھ اونٹ فروخت کر دئے، اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ بلند اخلاق اور اعلی کردار کے حامل انسان ہیں، جس شخص سے آپ کی کوئی شناسائی نہیں ہوتی، ان کے ساتھ احسان کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے، اُس دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو بہت سارے اموال عطا کئے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادہ: ۵۷۵۶، ۴۹/۴۱۱)

واقعہ (۶)

یحییٰ بن عبدالعزیز کہتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک سال جہاد میں جاتے، دوسرے سال ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ جہاد میں نکلتے، ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جہاد میں گئے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سارے مہمان آگئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی

اطلاع ہوئی اور آپ جہاد میں مشغول تھے، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ تعاون نہیں کر سکتے تھے،) حضرت سعدؓ نے (اپنے تجربے اور اندازے کی بنا پر یہ خیال و اندازہ ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا: میرا بیٹا قیس ہوگا، تو نسطاط (حضرت سعدؓ کے خازن) سے کہے گا، نسطاس! چابی لے آؤ؛ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ضروری سامان پہنچاؤں، نسطاس کہے گا، اپنے ابا کی پرچی لے آؤ، تو قیس اس کی ناک پھوڑ دے گا اور چابی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ضروری سامان پہنچائے گا، (حضرت سعد کا یہ خیال اپنے بیٹے اور خازن کے تعلق سے جس کا انہوں نے حالتِ سفر میں اظہار کیا تھا، بالکل درست ثابت ہوا) حضرت قیسؓ نے نسطاس سے کہا: اسٹور روم کی چابی لے آؤ، نسطاس نے کہا: تمہارے ابا کی پرچی لے آؤ، تب میں تمہیں چابی دوں گا، (نسطاس نے چابی نہیں دی) حضرت قیسؓ نے ان کی ناک پھوڑ دی اور چابی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سو وسق غلہ لیا (ممکن ہے جو، یا ممکن ہو جو کہ مدینہ کی عام خوراک تھی، ''پسر مثل پدر'' کی مصداق اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا)۔

پھر ایک سال حضرت قیسؓ جہاد میں نکلے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: لوگو! اس نوجوان (قیس) سے کسی بات (معاملے) کو قبول نہ کرو، اس لیے کہ (یہ جو معاملہ کریں گے) ان کے ابا ان کی موافقت کریں گے، یا نہیں، تمہیں معلوم نہیں ہے (ان سے کوئی معاملہ کر کے پریشان نہ ہو) یہ بات حضرت سعدؓ کو پہنچ گئی، حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو چیخ کر فرمایا: کیا تم ہمارے مال کے سلسلے میں ہم پر پابندی لگانا چاہتے ہو؟

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادہ: ۵۷۵۶، ۴۹/۴۱۵)

عبرت و نصیحت

شوہر یا والدین کے مال میں سے ان کی صریح اجازت کے بغیر بھی اتنا مال خرچ کرنے کی اجازت ہے، جتنی مقدار بیوی اور اولاد کو عرف، یا ان کی صریح اجازت یا دلالتِ حال سے خرچ کرنے کی اجازت ہو۔

حضرت قیسؓ نے اپنے والد کے غلے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے مہمانوں کی آمد کی وجہ سے پہنچایا، ممکن ہے کہ انہیں ان کے والد نے صاف اجازت دے رکھی ہو، نیز دلالتِ حال سے معلوم ہے کہ حضرت سعدؓ اس عمل سے خوش ہوں گے، برانہیں مانیں گے، اس لیے اس طرح کے مواقع میں خرچ کرنے کی اجازت والد صاحب کی طرف سے دی گئی ہوگی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ راشن پہنچایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لاَ يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

(رواہ البخاری عن عائشۃؓ، کتاب الزکوۃ، باب من امر خادمہ بالصدقۃ: ۱۴۲۵)

جب عورت (شوہر کے مال کو ضائع کرنے کی نیت بغیر) اس کے مال میں سے صدقہ کرے، تو عورت کے لیے بھی خرچ کرنے کا ثواب ہے اور شوہر کے لیے بھی، نیز خازن کے لیے اسی طرح ثواب ملے گا۔

مطلب یہ ہے کہ عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا، شوہر کو مال کی ملکیت کی بنا پر ثواب ملے گا، خازن کے لیے بھی اس کے مانند ہے، یعنی مالک کو جس طرح ثواب ملتا ہے مینجر کو بھی ملتا ہے، کسی کے ثواب میں کٹوتی کر کے دوسرے کو نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ثواب عنایت فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

جن چیزوں کو خرچ کرنے کی صراحۃً، یا دلالۃً، یا عرفاً اجازت ہو، عورت شوہر کے مال میں سے ان چیزوں کو خرچ کر سکتی ہے، جن چیزوں کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں، ان کو خرچ کرنا جائز نہیں، دروازے پر سائل کھڑا ہے، اس کو روپیہ، دو روپیہ دینا، یا تھوڑا آٹا دینا لوگوں کا عرف ہے، عورت نے شوہر کی موجودگی میں سائل کو دو چار روپے دیئے

، وہ دیکھ رہا ہے، کچھ بولا نہیں، تو یہ دلالۃً اجازت ہے۔

اگر خود شوہر سائل کو دینے کے لیے کہے، تو یہ صراحۃً اجازت ہے؛ البتہ مدرسہ اور مسجد کے چندے میں پچاس روپے دینا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس کا عرف نہیں؛ البتہ اگر کسی خاص گھر میں شوہر نے صراحۃً اجازت دے رکھی ہو، تو جائز ہے، یہی حکم خازن مینیجر کا ہے۔ (تحفۃ الالمعی، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی نفقۃ المرأۃ من بیت زوجہا ۳/۲۰۱)

اولاد کو اپنے والدین کے مال میں خرچ کرنے سے متعلق بھی یہی احکام ملحوظ ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

آپ کا نام عبداللہ، آپ کے والد محترم امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب، آپ کی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ اور آپ کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں، بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوئے، کم عمری میں والدین کے ساتھ اسلام قبول کیا، کم سنی کی وجہ سے بدر، احد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی، غزوۂ خندق سے تمام غزوات میں شریک ہوئے، جہاد کی غرض سے شام، عراق اور فارس کے اسفار کئے، نہایت متبع سنت اور خوفِ خدا سے رونے والے تھے، آپ سے دو ہزار دو سو چھتیس احادیث مروی ہیں، مکہ مکرمہ میں سن چوہتر (۷۴) ہجری میں چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں وفات پائی، مکہ مکرمہ میں مقام ''فخ'' (جو اس وقت مقبرۃ الشہداء کہلاتا ہے) میں تدفین عمل میں آئی۔

دنیا پوری آب و تاب کے ساتھ آپ کے قدموں میں گرتی تھی، آپ کے لیے عہدۂ قضا، عہدۂ امارت حتی کہ عہدۂ خلافت بھی پیش کیا گیا؛ لیکن آپ بے نیازی کے ساتھ عہدوں سے اپنے آپ کو دور کر لیتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: قریش کے نوجوانوں میں دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبت اور بے نیاز عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۶۱۰: ۴/۳۰۷)

میمون کہتے ہیں:

میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر میں حاضر ہوا، آپ کے گھر میں جتنی چیزیں تھیں، مجموعی اعتبار سے ان کی قیمت سو درہم کے برابر بھی نہیں تھی۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۶۱۰: ۴/۳۰۸)

دنیا سے نہایت بے رغبت، جو ملا، کہیں سے کچھ آیا، اپنی ملکیت میں سے کوئی چیز پسند آئی، اس کو فوراً راہِ خدا میں خرچ کر دیتے، غلاموں کو آزاد فرماتے، ایک ایک مجلس میں بیس تیس ہزار درہم ضرورت مندوں میں تقسیم فرماتے، ایک ایک ماہ گذر جاتا؛ لیکن

گوشت کی ایک بوٹی تک نہ چکھتے۔

حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام سے چالیس ہزار درہم کے بدلے کتابت کا معاملہ کیا، غلام نے محنت کرتے ہوئے پندرہ ہزار درہم ادا کردئے، ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا: تم اپنے آپ کو اتنی تکلیف کیوں دے رہے ہو؟ حضرت ابن عمرؓ غلاموں کو خرید رہے ہیں اور آزاد کررہے ہیں، تم حضرت کی خدمت میں جاکر بدلِ کتابت کی ادائیگی سے عاجزی کا اظہار کردو، چناں چہ وہ شخص گیا اور اپنی کاپی دکھائی اور عرض کیا: حضرت بقیہ رقم کو مٹادیجئے، (معاف کردیجئے) حضرت نے فرمایا: تم چاہو، تو خود مٹادو، انہوں نے کاپی میں سے ادائیگی کی بقیہ رقم مٹادی، حضرت ابن عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور فرمایا: جاؤ، تم آزاد ہو، انہوں نے کہا: اللہ تمہیں اچھا رکھے، میرے دو بچوں کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ فرمادیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: وہ دو بچے بھی آزاد، پھر اس شخص نے کہا: ان کی ماؤں کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ کردیجئے، آپ نے فرمایا: وہ دونوں بھی آزاد۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۶۱۰: ۳۱۱/۴)

حضرت ابن عمرؓ نے اپنی زندگی میں تقریباً ایک ہزار غلاموں کو آزاد کیا ہے۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۶۱۰: ۳۱۱/۴)

ایک مرتبہ آپ کے پاس بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے، مجلس ختم ہونے سے پہلے ہی ان کو تقسیم فرمادیا، دوسرے دن اپنے جانور کے لیے ایک درہم کا چارہ قرض میں خریدا۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۶۱۰: ۳۱۱/۴)

آپ کے آزاد کردہ غلام نافعؒ فرماتے ہیں:

آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی، آپ کو انگور کھانے کی خواہش ہوئی، اہلیہ نے ایک شخص کے ذریعے بازار سے انگور منگوایا، ایک سائل پیچھے آگیا، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اس سائل کو انگور دے دو، اہلیہ نے دوبارہ قاصد سے منگوایا، دوسری مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا، تیسری مرتبہ انگور منگوایا، پھر سائل آگیا، حاضرین نے دور ہی سے سائل کو واپس کردیا، اگر حضرت ابن عمرؓ کو اس کی اطلاع ملتی، تو تیسری مرتبہ بھی خود کھائے بغیر سائل کو انگور

دیتے۔(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۶۱۰: ۴/ ۳۱۲)

امام دار قطنیؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

عبداللہ بن جعفر نے ایک بڑی رقم آپ کو ہدیے میں بھیجی، حضرت ابن عمرؓ نے قاصد (آپ کے غلام نافع) کو آزاد کردیا، اس واقعے میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی سخاوت معلوم ہوتی ہے، ان کی سخاوت سے زیادہ حضرت ابن عمرؓ کی سخاوت اور کشادہ قلبی کا پتا چلتا ہے، اس لیے تعارف میں حضرت ابن عمرؓ کے حالات کو ذکر کردیا گیا ہے۔

واقعہ

حضرت محمد بن زید بن عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے نافع (جو حضرت ابن عمرؓ کے غلام ہیں) کے ہاتھ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں دس ہزار درہم، یا ایک ہزار دینار بھیجے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنی اہلیہ صفیہ بنت عبید کے پاس گئے اور فرمایا: عبداللہ بن جعفرؓ نے نافع کے ہاتھ سے میرے پاس دس ہزار درہم، یا ایک ہزار دینار بھیجا ہے، آپ کی اہلیہ صفیہ بنت عبید نے کہا: ابو عبدالرحمن! پھر تم نافع کو فروخت کرنے کا ارادہ کیوں کر رہے ہو؟ (یعنی پیسے کی ضرورت کی وجہ سے حضرت نافع کو فروخت کرنے کا ارادہ فرمالیا تھا، اب تمہاری ضرورت پوری ہوگئی ہے)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کیا فروخت کرنے سے بہتر صورت اختیار نہ کروں؟ نافع اللہ کے لیے آزاد ہیں۔

عاصم بن عمر کہتے ہیں:

میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ حضرت ابن عمرؓ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آل عمران: ۹۲)

پر عمل کرنا چاہتے تھے:

تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکو گے جب تک کہ تم اپنی محبوب و پسندیدہ چیزوں کو اللہ کی راہ

میں خرچ نہ کرو۔(رواہ ابن عساکر فی تاریخہ فی ترجمۃ نافع ابوعبدللہ:۷۸۲۸، والذھبی فی سیر اعلام النبلاء،ترجمۃ:۶۱۰، ۳۱۱/۴)

عبرت ونصیحت

فوائدعثمانی میں مذکور ہے:

جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص وحسن نیت سے خرچ کرو گے، اسی کے موافق اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو، اعلیٰ درجے کی نیکی حاصل کرنا چاہو،تو اپنی محبوب وعزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستے میں نکالو۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو،اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے، یوں توثواب ہر چیز میں ہے۔(فوائدعثمانی،سوۂ آل عمران:۹۲)

سوۂ آل عمران کی مذکورہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرات صحابہ کرام کے دلوں میں حکمِ خداوندی کی تعمیل میں عجیب جذبات پیدا ہوئے، ہرایک نے اپنی محبوب چیزوں پر نظر ڈالی اورانہیں اللہ کی راہ میں خرچ کیا،حضراتِ مفسرین نے آیت کے ذیل میں بے شمار واقعات کو ذکر فرمایا ہے،ان ہی واقعات میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ بھی ہے اور مذکورہ بالا آیت پر بہت اہتمام سے عمل کرتے تھے،آپ کو کوئی چیز پسند آتی،توفوراً اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے،خواہش مند حضرات عربی واردو تفاسیر کی طرف مزید واقعات کی لیے رجوع کر سکتے ہیں۔

۞--۞--۞

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما

آپ کا نام عبداللہ، ابوجعفر کنیت، والدہ اسماء بنت عمیس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب آپ کے والد ہیں، اللہ نے انہیں اپنے راستے میں دو کٹے ہوئے بازوں کے بدلے دو پر عطا فرمایا، جن کے سہارے وہ جنت میں اڑتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، وہاں جاتے ہیں، آپ کے والدین نے ''حبشہ'' کی طرف ہجرت کی، ''حبشہ'' میں مسلمانوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے لڑکے آپ ہی ہیں، والد کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی تربیت اور کفالت فرمائی۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۳۱۵، ۴/ ۴۵۲)

حضرت عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سات سال کی عمر میں بیعت کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے مسکرا کر استقبال فرمایا اور بیعت فرمائی۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۳۱۵، ۴/ ۴۵۳)

آپ کے والد نے اسلام کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں، ''غزوۂ موتہ'' میں حضرت زید بن حارثہؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسلامی پرچم بحیثیت امیر آپ نے سنبھالا اور دشمنوں سے لڑتے رہے، جب لڑائی تیز ہوگئی، تو گھوڑے سے اتر گئے، اس کی اگلی ٹانگیں کاٹ دیں، پیادہ پا لڑنا شروع کیا، اتنے میں آپ کا داہنا ہاتھ کٹ گیا، آپ نے پرچم بائیں ہاتھ میں لے لیا، پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا، آپ نے اسلامی پرچم کو کٹے ہوئے بازوں سے جکڑ لیا؛ لیکن پرچم کو گرنے نہ دیا؛ یہاں تک کہ شہادت سے سرخ رو ہوگئے۔
(رواہ الحاکم فی المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر مناقب جعفر بن ابی طالب: ۴۹۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب آپ کو سلام کرتے، تو فرماتے:

السلام علیك یا ابن ذی الجناحین۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ: ۴۲۶۴)

اے دو بازوؤں والے باپ کے بیٹے! تم پر سلام ہو۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں:

میرے والد محترم کی شہادت کے تیسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئے، فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر مت روؤ، پھر ارشاد فرمایا: میرے بھتیجوں کو لے آؤ، ہمیں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، گویا ہم چوزوں کی طرح تھے، فرمایا: نائی (بال بنانے والے) کو بلاؤ، نائی نے ہمارے بال صاف کئے، پھر (میرے بھائی محمد کے تعلق سے) فرمایا: ''محمد'' میرے چچا ابوطالب کے مشابہ ہیں، (میرے تعلق سے) ارشاد فرمایا: عبداللہ خَلق (ظاہری اوصاف) اور خُلق (معنوی صفات وعادات کے) اعتبار سے میرے مشابہ ہیں، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر کو اٹھایا اور دعا فرمائی:

اللّٰهم اخلف جعفرا في اهله، و بارك لعبد الله في صفقته.

(مسند احمد، حديث عبد الله بن جعفر: ۱۷۵۰)

اے اللہ! جعفر کے گھر میں ان کا نعم البدل عطا فرما، عبداللہ کے کاروبار میں برکت عطا فرما۔

عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لے آتے، تو استقبال کے لیے خاندانی بچوں کو بھی لے جایا جاتا، ایک مرتبہ آپ سفر سے واپس آرہے تھے، سب سے پہلے مجھے آپ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا، پھر حضراتِ حسنین میں سے کوئی آئے، تو ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا، ہم تین شخص سواری پر سوار ہو کر مدینے میں داخل ہوئے۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل عبداللہ بن جعفر: ۲۴۲۸)

آپ کی وفات سن چوراسی (۸۴) یا پچاسی (۸۵) ہجری میں ہوئی، ابان بن عثمانؓ امیر مدینہ تجہیز وتکفین میں شریک رہے، خود نمازِ جنازہ پڑھائی، جنازے کو کندھے پر اٹھایا ''بقیع'' پہنچنے تک کندھے سے جنازہ کو نہیں اتارا، ان کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے

تھے اور کہہ رہے تھے: خدا کی قسم! تم بہترین شخص ہو، تم میں کوئی خرابی نہیں ہے، تم شریف اور صلہ رحمی کرنے والے انسان ہو۔ (اسد الغابہ، ترجمہ: ۲۸۶۴، ۲/۵۶۸)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ قریشی ہاشمی تھے، خاندانی صفات و کردار کے حامل انسان تھے، شریف، ذہین، چالاک، پاک دامن و مستغنی، سخی اور فیاض تھے، لوگوں میں آپ ''بحر الجود'' (سخاوت کے سمندر) کے لقب سے جانے پہچانے جاتے تھے، حافظ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ میں آپ سے زیادہ کوئی سخی نہیں گذرا ہے۔

(الاستیعاب ۳/۱۷)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حضرت زبیرؓ کو دس لاکھ درہم بطور قرض دئے ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا: حضرت زبیرؓ کی کاپیوں میں لکھا ہوا ہے کہ تمہارے لیے دس لاکھ درہم حضرت زبیرؓ کے ذمے ہیں، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: انہوں نے درست لکھا ہے، چند دن بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ملاقات کی اور کہا: کیا تم اپنا قرضہ بھول گئے؟ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: وہ رقم ان ہی کے لیے ہے، مجھے واپسی کی ضرورت نہیں ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۳۱۵، ۴/۴۵۵)

ایک عورت آپ کے پاس ایک بھونی ہوئی مرغی لے آئی اور عرض کیا: میری یہ مرغی (موٹی تازی ہونے میں) میری بیٹی کے مثل تھی، میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو سب سے بہتر اور معزز جگہ میں دفن کروں گی، خدا کی قسم! تمہارے پیٹ سے زیادہ کوئی معزز جگہ نہیں ہے، حضرت عبداللہؓ نے خدام سے فرمایا: اس عورت سے یہ مرغی لے لو اور اس کو سامان دو، چناں چہ اس عورت کی خوب نوازش کی گئی، متنوع ہدایا دئے گئے؛ یہاں تک کہ اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۳۱۵، ۴/۴۵۵)

نصیب نامی ایک شخص نے آپ کی تعریف کی، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس کو اونٹ، گھوڑے، کپڑے اور دینار و درہم دئے، لوگوں نے عرض کیا: حضرت آپ نے

اس کالے شخص کو اتنا سارا مال دے دیا؟ فرمایا: اگر اس کا رنگ کالا ہے، تو اس کے بال سفید ہیں، وہ اپنے کلام سے اس سے زیادہ مال کا مستحق ہے، جتنا اس نے پایا ہے، ہم نے اس کو فنا ہونے والا، بوسیدہ اور پرانا ہونے والا سامان دیا ہے، اس نے باقی رہنے والی اور باقی رہنے والی تعریف کی ہے۔ (الاستیعاب ۳/۱۸)

یعنی ہماری نیک نامی: عبادت، سخاوت، شرافت وغیرہ کو بیان کیا ہے، رہتی دنیا تک ہمارا تذکرہ اِن صفات کے ساتھ کیا جاتا رہے گا، ہم نے اس کو جو مال دیا ہے، وہ چند دنوں میں ختم ہو جائے گا، لہذا اس کی تعریف کی بنسبت ہمارا مال کچھ قیمتی نہیں ہے۔

امام دارقطنیؒ نے آپ کی سخاوت کے تین واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

معاویہ بن ابو معاویہ کہتے ہیں:

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے سامنے عبیداللہ بن قیس کا شعر پڑھا گیا

إنما مصعب شهاب من الله ۞ تجلت عن وجهه الظلماء

مصعب بن زبیر اللہ کے ایک شہاب (ثاقب) ہیں ان کے چہرے سے تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔

عبدالملک نے (جو مصعب بن زبیر کا دشمن تھا) عبیداللہ بن قیس کے خون کے ہدر ہونے کا اعلان کیا اور یہ منادی کرائی کہ جو شخص عبیداللہ بن قیس کو لے آئے گا، اس کو ایک ہزار دینار انعام دیا جائے گا۔

عبیداللہ بن قیس کہتے ہیں:

میں نے دمشق کی ایک گلی میں یہ نداء سنی، میں گھبرا کر ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا، درمیانی گلی میں ایک گھر تھا، اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا، اس دروازے کے اندر داخل ہو گیا پھر چھت پر چڑھ گیا، گھر کی مالکن نے مجھے دیکھ لیا، اس نے سمجھا کہ مجھے وضو کی ضرورت ہے، اس لیے اس نے اپنی خادمہ سے کہا: پانی لے جا کر دو، خادمہ چھت پر آئی، پانی رکھا اور واپس چلی گئی۔

جب میں نیچے نہیں اترا، تو مالکن نے کہا: یہ خوف زدہ شخص ہے، اس کے لیے مہمان نوازی کا سامان لے جا کر دو، خادمہ نے بچھونا اوڑھنا اور کھانا پہنچایا، اُس گھر میں چار ماہ میں نے قیام کیا، صبح شام میری ضرورت کی چیزیں پہنچتی رہیں، پھر مالکن نے میرے احوال سے واقف ہونے کے بعد مجھے سو دینار دیئے اور کہا: تم عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس چلے جاؤ، تمہارے مسئلے کا حل ان کے پاس ہے۔

عبیداللہ بن قیس کہتے ہیں:

میں اُس گھر سے نکلا، عبداللہ بن جعفرؓ کو تلاش کیا، تو انہیں مدینہ منورہ میں پایا، چہرے پر پردہ ڈال کر میں عبداللہ بن جعفرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب ان کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا، تو چہرے سے پردہ ہٹایا اور سلام کیا۔

عبداللہ بن جعفرؓ نے فوراً کہا: عبیداللہ! میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا:

امیر المؤمنین تم سے ناراض ہیں اور تم میرے پاس آ گئے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں آپ کے گھر میں داخل ہو گیا ہوں، آپ کی امان میں آ چکا ہوں اور آپ کی نگاہ مجھ پر پڑ چکی ہے، آپ میری جان بخشی کرا دیجئے، اللہ آپ کی جان بخشی کر دے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا، پھر اپنے خزانچی سے فرمایا: ان کو اپنا مہمان بنائے رکھو اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرو؛ یہاں تک کہ امیر المؤمنین کے پاس ان کے حق میں جان بخشی کی میری سفارش قبول کر لی جائے، ان کے لیے میں نے جو امان دی ہے، اس کو قبول کر لیں اور مجھ سے فرمایا: تم ہرگز ہرگز حکومت کی طرف سے دیا جانے والا وظیفہ نہ لو۔

میں نے عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا: پھر آپ کی امان کا مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ آپ نے مجھے زندہ ہونے کی حالت ہی میں مردہ بنا کر چھوڑ دیا ہے؟ (زندہ رہ کر بھی سرکاری وظیفہ حاصل نہ کروں، جیسے مردے حاصل نہیں کرتے)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا:
تمہاری عمر کتنی ہے؟ عرض کیا: ساٹھ سال۔
فرمایا: وظیفہ کتنا ہے؟
عرض کیا: ہر سال ایک ہزار درہم ملتے ہیں؟
فرمایا: تمہاری عمر میں جتنا چاہے، اضافہ کرلو، انہوں نے بیس سال کا اضافہ کیا۔
پھر پوچھا: اس صورت میں کتنا وظیفہ ہوگا؟
عرض کیا: ہر سال دو ہزار درہم۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے خادم کو حکم دیا کہ فوری طور سے انہیں دو ہزار درہم نقد دے دو اور مجھ سے فرمایا: زندگی بھر تمہارا وظیفہ ہر سال دو ہزار درہم ہوگا۔
(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبید اللہ بن قیس بن شریح بن مالک: ۸/۴۴۷، ۳۸/۹۰)

عبرت و نصیحت

ایک عرب خاتون نے ایک مظلوم کی جان بچانے میں مدد کی، چار ماہ تک ان کی مہمان نوازی کرتی رہیں، جب ان کے حالات معلوم ہوئے کہ یہ جان بچانے کے لیے بھاگتے ہوئے ان کے گھر میں آگئے ہیں، تو جان بخشی کا راستہ بتایا، جس بزرگ کی خدمت میں روانہ کیا، ان تک پہنچنے کے لے سو دینار گویا بطور کرایہ بھی دیا، اس خاتون کے تعاون، ہم دردی اور کوشش کامیاب ہوئی، ان کی جان بخشی ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ، دیگر سادات کی طرح فیاض، بیت المال سے عبید اللہ بن قیس کو جو وظیفہ ملتا تھا، اس کا دگنا وظیفہ اپنی طرف سے جاری کیا، یہ ہے شرافت، سخاوت، جود و کرم۔

واقعہ (۲)

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
ایک تاجر مدینہ منورہ شکر (چینی) لے آیا، اس کی شکر (چینی) فروخت نہیں ہوئی، یہ خبر حضرت عبداللہ بن جعفر کو ہوئی، تو انہوں نے اپنے خزانچی سے فرمایا: اس شکر کو خرید لو

اورلوگوں میں بطور ہدیہ تقسیم کردو۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبداللہ بن جعفر ذی الجناحین الطیار بن ابی طالب: ، ۳۲۲۲، ۲۷/ ۲۸۴، وابن سعد فی الطبقات، والخطیب فی تاریخہ، وابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ)

عبرت ونصیحت

اکابرِ امت چھوٹے موٹے تاجروں کا سامانِ تجارت خرید کر ان کی مدد وتعاون کرتے ہیں، اگر ان کا بلاعوض تعاون کیا جائے، تو ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی، اس لیے سامان خرید کر تعاون کرتے ہیں کہ ان کا تعاون بھی ہو جائے، عزتِ نفس بھی محفوظ رہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو بظاہر شکر کی ضرورت نہیں تھی، آپ محض اس چھوٹے تاجر کی مدد ونصرت کی نیت سے ان سے چینی خرید کر لوگوں میں تقسیم فرمائی، لہٰذا سرمایہ دار اور اصحابِ ثروت کو چاہئے کہ وہ اس طرح کے تاجروں کی حوصلہ افزائی اور ان کے تعاون کا خیال رکھیں۔

واقعہ (۳)

علامہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک شخص مدینہ منورہ شکر (چینی) برائے فروخت مدینہ منورہ لے آیا، اس کی شکر فروخت نہیں ہوئی، لوگوں نے اس سے کہا: عبداللہ بن جعفرؓ سے اپنی شکر فروخت کردو، وہ شخص حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس آیا، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے وہ شکر دس بارہ ہزار درہم میں خریدی اور اعلان کیا: جو شخص اس شکر میں سے کچھ لے گا، وہ شکر اُسی کی ہو جائے گی، اس اعلان کو سن کر فروخت کرنے والے شخص نے عرض کیا: حضرت میں بھی اپنا حصہ لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ضرور لیجئے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبداللہ بن جعفر ذی الجناحین الطیار: ۳۲۲۲، ۲۷/ ۲۸۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما

آپ کا نام نعمان، والد کا نام بشیر اور کنیت ابوعبداللہ ہے، ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے آپ کی پیدائش ہوئی، باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں، صغار صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے، شریف، سخی، شاعر اور نہایت بہادر شخص تھے، حضرت علیؓ کی طرف سے اولاً ''کوفہ'' پھر ''حمص'' کے والی و گورنر بنے، یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد آپ نے اہل حمص کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت و بیعت کی دعوت دی، انہوں نے آپ کو ۶۲/ ۶۴/ ۶۵ ہجری میں شہید کر دیا۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۲۸۸، ۴/ ۴۲۷، اسد الغابہ، ترجمہ: ۵۲۳۸، ۴/ ۲۳۶)

امام دار قطنیؒ نے ضرورت مند کی ضرورت کی تکمیل کے لیے حسن تدبیر پر مشتمل آپ کا ایک خوب صورت واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

ہیثم بن عدی کہتے ہیں:

جب حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو ''کوفے'' کی گورنری سے معزول کر دگیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ''حمص'' کا گورنر بنایا، تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مشہور شاعر اعشیٰ ہمدان حاضر ہوئے۔

حضرت نعمانؓ نے پوچھا: ابو المصبح! کیسے آنا ہوا؟

انہوں نے عرض کیا: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں؛ تاکہ آپ میرے ساتھ صلہ رحمی کریں، میرے رشتے کا پاس و لحاظ کریں اور میرے قرضے کو ادا کر دیں۔

حضرت نعمانؓ نے کچھ نہیں فرمایا، بہت دیر تک سر جھکائے رکھا، پھر سر اٹھا کر فرمایا: میرے پاس کچھ نہیں ہے، پھر کچھ دیر کے بعد کسی چیز کو یاد کر کے فرمایا: ٹھیک ہے، پھر منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

اے اہلِ حمص! یہ تمہارا چچا زاد بھائی ہے جو اہلِ شرف اور اہل قرآن میں سے ہے، تمہارے پاس کچھ مدد طلب کرنے کے لیے آیا ہے، تمہاری کیا رائے ہے؟

اہل ''حمص'' نے کہا: اللہ امیر کا بھلا کرے۔ اس سلسلے میں آپ خود فیصلہ کردیجئے ،انہوں نے کسی طرح کا فیصلہ کرنے سے انکار کردیا، تو اہل حمص نے کہا: ٹھیک ہے، ہم خود اپنے بارے میں فیصلہ کرلیتے ہیں، ہمارے ماہانہ وظائف میں سے ہر شخص کی طرف سے دو دو دینار اعشیٰ ہمدان کے لیے دے دیتے ہیں، اس وقت اہل حمص کے وظائف کے رجسٹر میں بیس ہزار افراد کے نام درج تھے، حضرت نعمان بن بشیرؓ نے ہر شخص کی طرف سے دو دو دینار، کل چالیس ہزار دینار بیت المال سے اعشیٰ ہمدان کے لیے نکال کردیا، اعشی ہمدان نے اس رقم کو حاصل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

فلم أر للحاجات عند التماسها ۞ كنعمان اعنى ذالندى ابن بشير

ضرورتوں کے پیش آنے کے موقع پر میں نے صاحبِ سخاوت نعمان بن بشیر کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔

إذا قال اوفى بالمقال ولم يكن ۞ كمدل الى الاقوام حبل غرور

جب وہ کچھ کہتے ہیں: تو پورا کرتے ہیں، وہ ایسے نہیں ہیں جو جھوٹی امیدوں کی رسی کو کسی قوم کی جانب لٹکا دیتے ہیں۔

متى أكفر النعمان لا أك شاكرا ۞ وما خير من لا يقتدى بشكور

اگر میں نعمان کی ناقدری کروں، تو میں شکرگذار نہیں رہوں گا وہ شخص بہتر نہیں ہے، جو قدرداں کی پیروی نہ کرے۔ (اخرجہ ابن عساکرؒ فی ترجمۃ: عبدالرحمن بن عبداللہ بن الحارث: ۳۸۴۴، ۳۴/۴۸۰، والذھبی فی سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۲۸۸، ۴/۴۲۷)

عبرت ونصیحت

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے محتاج کی حاجت براری کے لیے ایک حسین تدبیر اختیار فرمائی اور ہمارے سامنے ایک عمدہ نمونہ پیش فرمایا کہ جب محتاج وضرورت مند کی ضرورت کی تکمیل کے لیے ہمارے پاس کچھ میسر نہ ہو، تو کیسی تدبیر اختیار کرنی چاہئے، ضرورت

پیش ہوتے ہی رد نہیں کرنا چاہئے ؛ بلکہ غور وفکر کرے، سوچے کہ میں کس طرح اس ضرورت مند کا تعاون کرسکتا ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ''کوفے'' کی ولایت سے معزول ہوکر حمص آئے تھے، ان کے پاس اعشی ہمدان ضرورت مند بن کر آئے ہیں، حضرت نعمانؓ کے پاس فی الحال ان کی ضرورت پوری کرنے کی سہولت نہیں ہے، آپ نے تھوڑی دیر غور وفکر کیا، پھر آپ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں ان کی ضرورت پوری نہیں کرسکتا، تو کم از کم اصحاب خیر کو ان کی طرف متوجہ کرسکتا ہوں؟

پھر منبر پر چڑھ کر اعشی ہمدان کے تعلق سے لوگوں کو آگاہ فرمایا اور انہیں ان کے تعاون کی ترغیب دی، آپ کی فکر وکوشش کی بنا پر بیت المال سے وظیفہ پانے والوں نے اپنی طرف سے دو دو دینار پیشگی ادا کرنے کی اجازت دے دی۔

معلوم ہوا کہ اگر خود تعاون نہیں کرسکتے ہیں، تو تعاون کرنے والوں کو متوجہ کرنا چاہئے ،نصرت وتعاون کی تدبیر وکوشش کرنی چاہئے ،اللہ تعالیٰ غیبی اسباب پیدا کریں گے ،تعاون کرنے والوں کو بھی اجر ملے گا، ان کی طرف متوجہ کرنے والے بھی اجر کے مستحق ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ .

(رواه مسلم عن ابی مسعود الانصاری ، کتاب الامارة ، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ: ۱۸۹۳)

جو شخص نیکی کی طرف رہبری کرے گا، اس کو نیکی کرنے والے کے مثل اجر وثواب ملے گا۔

۞--۞--۞

حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام لبید بن ربیعہ بن عامر بن عامر بن صعصعہ ہے، ابوعقیل کنیت ہے، لبید بن ربیعہ عامری کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی قوم سے ایک جماعت بنو جعفر یا بنو کلاب جو تیرہ افراد پر مشتمل تھی رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا، اُس جماعت میں آپ بھی شامل تھے، آپ بہترین شاعر تھے، حضرت عائشہؓ کو حضرت لبید کے بار ہزار اشعار یاد تھے، آپ کا شعری مجموعہ ''دیوان لبید بن ربیعہ'' مطبوعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے سچی بات جس کو کسی شاعر نے کہا ہو، وہ لبید کی بات ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ.

(رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ، مناقب الانصار، ایام الجاهلية: ۳۸۴۱)

سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

اس شعر کا اگلا مصرعہ اس طرح ہے:

وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلُ.

(دنیا کی) ہر نعمت یقینی طور سے چھوٹنے والی ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد شعر کہنا ترک کر دیا، ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ابوعقیل! اپنے کچھ اشعار سناؤ، آپ نے عرض کیا: جب سے اللہ نے مجھے ''سورۃ بقرۃ'' اور ''سوۃ آل عمران'' سکھادی ہے، میں نے شعر کہنا ترک کر دیا ہے، حضرت عمرؓ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے، آپ کا وظیفہ دو ہزار درہم تھا، حضرت عمرؓ نے مزید پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے زمانے میں حضرت لبیدؓ سے فرمایا:

ماھـذان الفودان؟ فما العلاوة؟

یہ دو تھیلے تمہارے لیے ہیں، (دو ہزار درہم تمہیں مل رہے ہیں) پھر زیادتی (پانچ سو درہم) کی کیا ضرورت ہے؟ (یعنی اضافہ شدہ پانچ سو گھٹا دیا جائے)

آپ نے فرمایا:

میں ابھی مرجاؤں گا، تمہارے لیے دو ہزار درہم اور پانچ سو درہم بھی بچ جائیں گے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نرم ہوگئے، اضافے کو بدستور باقی رکھا؛ لیکن چند ہی دنوں میں (اگلا وظیفہ حاصل کرنے سے پہلے ہی) حضرت لبید رضی اللہ عنہ انتقال کرگئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ترجمہ: ۲۲۶۰، ۳/۳۹۵، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ترجمہ: ۷۵۴۰، ۵/۵)

خلافتِ عثمانی میں ''کوفہ'' میں ایک سو پینتالیس سال کی عمر میں یکتالیس ہجری میں وفات پائی۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ترجمہ: ۷۵۴۰، ۵/۶)

آپ شہسوار، بہادر، شاعر اور سخی تھے۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ترجمہ: ۷۵۴۰، ۵/۵)

امام دارقطنیؒ نے آپ کی سخاوت سے متعلق ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

حسن بن حفص کہتے ہیں:

لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نذر مان رکھی تھی کہ جب تک بادِ صبا چلے گی، وہ لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، ولید بن عقبہ کے زمانے میں بادِ صبا مسلسل چلتی رہی، ولید بن عقبہ (جو ''کوفے'' کے گورنر تھے، منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا: لوگو! اپنے بھائی کی مدد کرو، پھر ولید بن عقبہ نے لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تیس اونٹ روانہ کئے، حضرت لبید نے (جو زمانہء جاہلیت میں عمدہ شاعر تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد شعر گوئی چھوڑ دی تھی) اپنی لڑکی سے کہا: امیر کا جواب دو، ان کی بیٹی نے مندرجہء ذیل اشعار میں جواب دیا:

إذا هبت رياح أبي عقيل ۞ ذكرنا عند هبتها الوليدا

جب ابوعقیل کی ہوائیں چلتی ہیں، تو ان ہواؤں کے چلنے کے وقت ولید ہمیں یاد آتے ہیں۔

أبا وهب! جـزاك الله خيرا ۞ نحـرناها وأطعمنا الثريدا

ابووہب! اللہ آپ کو بہتر بدلہ نصیب فرمائے، ہم نے ان اونٹیوں کو ذبح کیا اور لوگوں کو ثرید کھلایا۔

طويل الباع أبيض عبشميا ۞ أعان على مروءته لبيدا

آپ سخی، سردار اور بنو عبد شمس کے ہونہار ہیں اپنی مروت اور شرافت کی بنا پر لبید بن ربیعہ کا تعاون کیا۔

بأمثال الهضاب كأن ركبا ۞ عليها من بني حام قعودا

ٹیلوں جیسی چیزوں سے، گویا ان ٹیلوں پر بنو حام (عرب) بیٹھے ہوئے ہیں

فـعـد أن الكريم له معـاد ۞ وظني بابن أروى أن يعودا

دوبارہ لوٹو (دوبارہ تعاون کرو) سخی آدمی بار بار سخاوت کرتا ہے۔

اے ابن اروی کے بیٹے! میرا خیال یہ ہے کہ تم ضرور دوبارہ تعاون کروگے۔

لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بیٹی سے فرمایا: تم نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں، اگر مذکورہ اشعار میں سوال نہ ہوتا، تو کیا ہی بہتر ہوتا۔

بیٹی نے عرض کیا:

بادشاہوں سے سوال کرنے میں شرم نہیں کرنی چاہئے (اس لیے کہ رعایا کی ضروریات کی تکمیل بادشاہوں کے ذمے ہے، اس لیے یہ سوال مذموم نہیں ہے)

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: الولید بن عقبہ بن ابی معیط: ۸۰۳۳، ۲۳۸/۶۳)

عبرت و نصیحت

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے نذر مانی تھی کہ جب بھی بادِ صبا چلے گی، وہ غریبوں کو کھانا کھلائیں گے، اسلام قبول کرنے کے بعد ولید بن عقبہ کے گورنری کے زمانے میں کئی دن بادصبا کا سلسلہ جاری رہا، ولید بن عقبہ نے حضرت لبیدؓ کا تعاون کیا؛ تاکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جس کارخیر میں حصہ لیا کرتے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد مزید اس میں حصہ لینا چاہئے ،تیس اونٹیناں ان کی خدمت

میں روانہ کیں؛ تاکہ اپنی سخاوت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

لہٰذا ہم کو چاہیے کہ اگر کسی ساتھی نے کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کیا، یا ان کی عادتِ شریفہ ہے، حالات کی سنگینی کی وجہ سے اس نیک کام کو جاری نہیں رکھ سکے ہیں، یا اپنی عادت کے موافق اس نیک کام کو نہیں کر پا رہے ہیں، تو ان کا مالی تعاون کریں۔

حضرت ضرار بن قعقاع رضی اللہ عنہ

ضرار آپ کا نام، قعقاع بن معبد والد کا نام اور ابو نعیم کنیت ہے، بنو تمیم سے آپ کا تعلق ہے، باپ اور بیٹے دونوں صحابی ہیں۔

آپ کے پوتے زید بن بسطام بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا ضرار نے فرمایا: میرے والد قعقاع ایک قافلے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس میں میں بھی شامل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں سے ہر ایک کو دو دو چادریں دینے کا حکم دیا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ترجمہ: ۴۱۹۴، جامع المسانید: ۵۴۱۴)

آپ کے والد محترم بنو تمیم کے سردار تھے، زمانہ ٔجاہلیت میں شریف اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی شریفانہ زندگی گذاری، بہت فیاض و سخی تھے، آپ کی جود و سخا کی وجہ سے ''تیار الفرات'' (دریائے فرات کی نہر، دریائے فرات کی تیز موج) کے لقب سے جانا جاتا تھا، ان کے بیٹے حضرت ضرار بھی باپ کی طرح سخی تھے۔

ضرار بن قعقاع رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم مجھے ایک گالی سناؤ گے، تو میں تمہیں دس گالیاں سناؤں گا، حضرت ضرار نے فرمایا: اگر تم مجھے دس سناؤ گے، تو میں تمہیں ایک بھی نہیں سناؤں گا۔ (منتہی السول ۲/ ۳۰۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو لمبی عمر عطا فرمائی، حضرت مصعب بن زبیر کی ولایت کے زمانے میں وفات پائی۔ (عیون الاثر للدینوری)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ ذکر فرمایا ہے، اس واقعے اور مذکورہ ملفوظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت سنجیدہ مزاج، نہایت عقل مند، معاملہ فہم، متواضع اور شکر گذارے بندے تھے، قوم کے سردار، سخی اور فیاض تھے، لوگوں کے درمیان صلح و صفائی کے لیے تمام قاتلین کی دیت اپنے ذمہ لے لی، جنگ و جدال کی آگ کو سرد کیا اور قوم کو خانہ جنگی سے بچا لیا۔

واقعہ

قتیبہ بن مسلمؒ فرماتے ہیں:

''مکز'' نامی شہر میں جو بلادِ مشرق میں ''مکران'' کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، بعض روایات میں ہے کہ ''مصر'' میں خون ریزی ہوگئی، اہلِ شہر جامع مسجد میں جمع ہو گئے، میرے والد صاحب نے مجھے ضرار بن قعقاع کی خدمت میں روانہ کیا اور فرمایا: ضرار بن قعقاع سے کہو: تمہاری قوم کے افراد خون ریزی کے سلسلے میں (عدل وانصاف، دیت کا مطالبہ اور فیصلے کے لیے) جمع ہیں، آپ تشریف لائیے۔

چناں چہ میں ضرار بن قعقاعؒ کے پاس حاضر ہوا، میرے والد کا پیغام پہنچایا، انہوں نے مجھ سے کہا: اندر آجاؤ، میں گھر کے اندر چلا گیا، انہوں نے ناشتہ منگوایا، دستر خوان لایا گیا، جس پر چار روٹیاں تھیں اور ایک شوربے کا پیالہ تھا، انہوں نے روٹیاں توڑیں، پیالے میں ڈال دیا، زیتون منگوایا، اس کو پیالے میں ڈال دیا، مجھ سے کہا: قریب آجاؤ اور کھاؤ، میں نے عرض کیا: لوگوں نے مجھے آپ کے ساتھ ناشتہ کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہے، پھر خود انہوں نے چاروں روٹیاں کھائیں، پیالے میں جو شوربا بچا ہوا تھا، اس کو بھی پی لیا اور کہا: گندم کا آٹا، کھجور کا گھابا، ملک شام کا زیتون اور دریائے فرات کا پانی خدا کی قسم یہ ہی چیزیں طیبات (پاکیزہ) ہیں۔

پھر میرے ساتھ کھڑے ہوئے، ہم لوگ جامع مسجد پہنچے، لوگ حلقے لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ضرار بن قعقاعؒ نے سورج کو دیکھا، اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے، ایک ایک دو دو کر کے سب لوگ ان کے قریب جمع ہو گئے اور ایک دوسرے پر جھوٹے دعوے کرنے لگے، ضرار بن قعقاعؒ نظریں نیچی کر کے زمین پر کسی تنکے وغیرہ سے کھود کرید کرنے میں لگے ہوئے تھے، جب دوپہر ہوگئی، ایک شخص نے کہا: ابن القعقاع! کیا تم نہیں بولو گے؟ تمہاری قوم کس مشکل میں مبتلا ہے، نہیں دیکھ رہے ہو؟

ضرار بن قعقاعؒ نے کہا: کیا تم لوگ صبح سے اسی لیے جمع ہوئے ہیں؟

لوگوں نے کہا: ہاں ہم اسی لیے جمع ہوئے ہیں۔

ضرار بن قعقاع ؓ نے ملزمین (جن کے خلاف مقدمہ پیش کیا جارہا تھا، جن سے بدلے کا مطالبہ کیا جارہا تھا) سے کہا: تم بری ہو (یعنی تم دیت، مالی تاوان وغیرہ سے بری ہو، کسی قسم کا مال تم پر لازم نہیں کیا جائے گا) جو لوگ اپنے حق وانصاف کا مطالبہ کررہے تھے، ان سے کہا: تمہارا حق میرے ذمے ہے، اس پر جنگ کی پوری آگ ٹھنڈی ہوگئی، لڑائی بند ہوگئی، لوگوں نے مجلس برخواست کردی اور گھروں کو چلے گئے۔

ضرار بن قعقاع ؓ نے جنگل کی طرف ایک آدمی کو بھیج کر سو اونٹ طلب کیا اور ان اونٹوں کو مطالبہ کرنے والوں کے پاس بطور دیت روانہ کردیا۔

(اخرجہ الطبری نحوہ فی تھذیب الاثار باختلاف یسیر، مسند عمر: ۲۲۰)

عبرت ونصیحت

بعض اوقات دو افراد، دو خاندان دو قبیلوں کے درمیان حق طلبی کے سلسلے میں اختلافات، لڑائیاں اور جھگڑوں کی نوبت پیش آجاتی ہے، ایسے موقع پر مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، ایسے مواقع میں ذمہ دار احباب کو سخاوت اور کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مال کو خرچ کرنا پڑتا ہے، اسی کو قرآن مجید نے ''والغارمین'' فرمایا ہے۔

حضرت ضرار بن قعقاع ؓ نے اپنی ذات سے اُسی کی ایک عمدہ مثال پیش فرماتے ہوئے اپنی طرف سے سو اونٹ بطور دیت مقتول کے وارثین کے سپرد فرمادیا اور قاتل کے وارثین کو سبک دوش کیا، آپس میں صلح کرائی اور جنگ کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

اس طرح کے حالات اچانک پیش آتے ہیں، عام لوگوں کے لیے ایک ناگہانی مصیبت ہوتی ہے، دیت وغیرہ کی ادائیگی کی سہولت نہیں ہوتی، ایسے ہنگامی حالات، قدرتی آفات اور حوادث کے موقع پر اصحابِ ثروت کا امتحان ہوتا ہے، کون کتنا دل والا ہے؟ کون کتنا سخی ہے؟ سب واضح ہوجاتا ہے۔

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ضحاک، والد کا نام قیس ہے، بنوفہر سے تعلق ہے، قریشی ہیں، مشہور صحابیہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ آپ کی بہن ہیں، عمر میں بیس سال بڑی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر آپ کی عمر آٹھ سال تھی، بقول حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اصح قول کے مطابق آپ صحابی ہیں، سنن نسائی میں آپ سے ایک صحیح روایت مروی ہے، نیز مسند احمد بن حنبل میں بھی حضرت معاویہؓ نے آپ سے ایک روایت بیان کی ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، ۴۱۶۸، ۳/ ۵۲، البدایہ والنہایۃ ۳/ ۲۷۳)

حضرت ضحاک بن قیسؓ حضرت عمرؓ کے خلافت کے زمانے میں ''دمشق'' کی فتح میں شریک تھے، دمشق ہی میں سکونت اختیار کی، اختلافات کے دور میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے آپ کو ''کوفہ'' کا گورنر بنایا، پھر دمشق کا گورنر بنا دیا، حضرت امیر معاویہؓ کی نمازِ جنازہ کی امامت آپ ہی نے فرمائی۔

حضرت امیر معاویہؓ، یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد آپ نے اہل دمشق کو اولاً حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پھر اپنی خلافت کی دعوت دی، پھر نصف ذی الحجہ چونسٹھ یا پینسٹھ ہجری میں ''مرج راهط'' (دمشق کا شمالی علاقہ) میں مروان کی فوج سے مقابلہ ہوا، اسی دوران بنوکلب کے ایک شخص زحمہ بن عبداللہ نے آپ کو شہید کر دیا۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ۳/ ۵۲، البدایہ والنہایۃ ۳/ ۲۷۳)

آپ نہایت سخی تھے، ایک مرتبہ تین سو دینار کی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے، ایک شخص خریدنے کی نیت سے قیمت معلوم کی، آپ نے وہ چادر اس شخص کو ہدیے میں دے دی اور فرمایا: آدمی کے بخیل ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنی چادر فروخت کرے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۲۶۸، ۴/ ۳۲۴)

امام دار قطنیؒ نے آپ کی سخاوت کو بیان کرنے والا ایک نصیحت آمیز واقعہ ذکر

فرمایا ہے۔

واقعہ

محمد بن یحی ابوغسانؒ کہتے ہیں:

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ مدینہ منورہ آئے، مسجد حاضر ہوکر روضہء رسول اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ''ریاض الجنہ'' میں نماز پڑھی، ابوالحسن براد نے انہیں دیکھا اور وہ ان کو نہیں پہچانتے تھے، حضرت معاویہؓ کی چادروں میں سے ایک نہایت قیمتی اور عمدہ چادر حضرت ضحاکؓ کے بدن پر تھی۔

حضرت ضحاکؓ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو ابوالحسن برادؒ نے ان سے کہا: اے دیہاتی! تم اپنی چادر مجھ سے فروخت کروگے؟

حضرت ضحاکؓ نے فرمایا:

ٹھیک ہے، تم کتنے درہم میں خریدو گے؟

ابوالحسن براد نے کہا:

سو درہم میں لوں گا۔

حضرت ضحاک نے فرمایا:

مزید کچھ رقم کا اضافہ کرو، انہوں نے اضافہ کیا؛ یہاں تک کہ چادر کی قیمت تین سو درہم طے ہوگئی۔

حضرت ضحاکؓ نے فرمایا:

میرے ساتھ چلو؛ تاکہ میں تمہیں چادر سپرد کروں، حضرت ضحاکؓ چلے؛ یہاں تک کہ حویطب بن عبدالعزی کے گھر پر حاضر ہوئے اور فرمایا: باندی! میرے بھائی کی کوئی چادر مجھے دے دو، باندی نے ایک چادر دی، حضرت ضحاکؓ نے وہ چادر اوڑھ لی، پھر ابوالحسن براد کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: شاید تمہیں میری چادر اچھی لگی اور پسند آئی ہے، بہت ہی بے مروتی کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی استعمال کردہ چادر فروخت کردے، پھر حضرت ضحاکؓ نے ابوالحسن براد کی چادر پوشی کی، ابوالحسن براد نے وہ چادر لی اور اس کو

فروخت کر دیا، سب سے پہلا مال تھا جو انہیں حاصل ہوا اور ان کی وسعت کی ابتدا ہوئی۔
(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: الضحاک بن قیس: ۲۹۲۰، ۲۴/ ۲۹۰)

عبرت و نصیحت

حضرت ضحاک بن قیسؓ جو صحابی رسول ہیں، ''کوفہ'' اور ''دمشق'' کے گورنر ہیں، ان کو ابوالحسن براد نہیں جانتے تھے، دیہاتی سمجھ کر بظاہر نامناسب لفظ سے خطاب کیا، ان کی چادر پسند آنے کی وجہ سے ان سے خریدنے کا معاملہ کیا، حضرت ضحاکؓ نے اپنی شخصیت کا تعارف نہیں کرایا، سب کچھ برداشت کیا، اپنے بدن پر جو چادر حضرت معاویہؓ کی طرف سے ہدیے میں آئی ہوگی، بظاہر آپ کے پاس وہی ایک چادر ہوگی، جب انہیں پسند آ گئی، وہی چادر ان کو دے دی اور خود اپنے کسی رشتے کے بھائی کی چادر اوڑھ لی، یہ ہے سخاوت کی انتہاء، دوسروں کی ضروریات و جائز خواہشات کی تکمیل کا جذبہ۔

حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، کنیت ابوالحسین، زین العابدین لقب ہے، آپ کی والدہ فارس کے بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں، جن کا نام سلامہ رغزالہ بنت یزدجرد ہے، یہ حضرت حسینؓ کی ام ولد تھیں، آپ کی ولادت سن اڑتیس ۳۸ھ ہجری میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۲۷)

آپ نہایت ذی وقار، قابل احترام، اپنے زمانے کے افضل ترین ومحبوبِ زمانہ شخصیت کے مالک تھے، اعلی درجے کے متقی، پرہیز گار، عبادت گذار، منکسر المزاج، متواضع، اللہ کے خوف وخشیت سے بہت رونے والے تھے، روزانہ ایک لاکھ رکعت نماز ادا کرنے والے تھے، نماز کے لیے تکبیر کہتے تھے، تو بدن پر رعشہ طاری ہوجاتا، جب احرام باندھتے، تو رنگ زرد ہوجاتا، تلبیہ پڑھنا نہایت دشوار ہوجاتا، جب بمشکل تلبیہ پڑھتے، تو آپ بے ہوش ہوجاتے، حج سے فراغت تک آپ کی یہی کیفیت رہتی۔

(ملخص از سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۲۷-۲۳۰)

ابن شہاب زہریؒ اور سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

ہم نے (اپنے زمانے میں) قریش میں آپ سے زیادہ کسی کو افضل نہیں پایا۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۲۸)

امام اصمعی ابوبکر برقی اور علامہ شمس الذھبی رحمہم اللہ نے فرمایا: حضرت حسینؓ کی اولاد کا سلسلہ آپ ہی سے چلا ہے، دیگر اولاد سے منقطع ہوگیا۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۳۵)

''کوفہ'' کے سفر اور ''کربلا'' کے میدان جنگ میں والد محترم کی معیت میں دیگر افرادِ خاندان کے ساتھ موجود تھے، اس وقت آپ کی عمر تئیس (۲۳) سال تھی، طبیعت نہایت ناساز تھی، جس کی وجہ سے خیمے میں لیٹے ہوئے تھے، ظالموں نے آپ کو شہید کرنا

چاہا؛ اُن ہی میں سے کسی نے کہا: ایسے شخص کو کیوں قتل کروگے؟ جو بیمار ہے، جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۲۸)

بروز منگل ۱۴/ ربیع الاول ۹۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۲۷)

حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے سخی، یتیم پرور اور محتاجوں کے ماوی وملجا تھے، دن کے اوقات بظاہر سخی معلوم نہیں ہوتے تھے؛ لیکن رات کی تاریکی میں اپنی پیٹھ پر روٹیاں لاد کر مسکینوں کو تلاش کرتے ہوئے نکلتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی تاریکی میں صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۳۱)

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں:

اہل مدینہ میں بہت سارے ایسے گھرانے تھے جو اس طرح زندگی گذار رہے تھے کہ انہیں پتا نہیں تھا کہ ان کی روزی کہاں سے آتی ہے؟ جب حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی، تو معلوم ہوا کہ ان کی روزی ان کے گھر سے پہنچتی تھی۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۳۱)

جب حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی، تو ان کی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کے نشانات موجود تھے، جو یتیموں اور مسکینوں کے گھر پیٹھ پر راشن اٹھا کر لے جانے کی وجہ سے پڑ گئے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۳۱)

جب آپ کی وفات ہوئی، تو معلوم ہوا کہ آپ مدینے کے سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۵/ ۲۳۱)

امام دار قطنیؒ نے حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے دو واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت اسامہ کے فرزند محمد بن اسامہؒ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے، ان کی عیادت کے لیے حضرت علی زین العابدینؒ تشریف لے گئے، وہ رونے لگے، انہوں نے دریافت فرمایا: کیوں رو رہے ہو؟ جواب دیا: مجھ پر پندرہ ہزار دینار، یا اس سے کچھ زیادہ کا قرضہ ہے، فرمایا: اس پورے قرضے کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۵۲۵، ۲۳۱/۵)

عبرت ونصیحت

مریض کی عیادت کے لیے جانے والوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ مریض کی جو مدد کر سکتے ہیں: تسلی بخش کلمات، دعائیہ کلمات، علاج کے لیے کوئی مفید مشورہ، علاج کے لیے مالی تعاون یا کوئی بھی خدمت جو ممکن ہو، مرض الوفات ہو، تو قرضے یا وصیتوں کی تکمیل وغیرہ میں تعاون کرے، علی بن حسین جو خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ ہیں، انہوں نے پندرہ ہزار دینار کا بہت بڑا قرضہ مریض کی طرف سے ادا کرنے کا وعدہ کیا اور یقیناً ادا بھی کیا ہوگا، یہ مریض کو آرام وراحت پہنچانے کا بہت بڑا کارنامہ ہے، جو بڑا دل اور کشادہ سینہ رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

واقعہ

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ روٹیوں کا ایک تھیلا اٹھائے رہتے اور اس میں سے نکال نکال کر صدقہ کرتے جاتے اور کہتے:

إن الصدقة تطفئ غضب الرب عزوجل.

(رواه الترمذی، کتاب الزكوة، باب ما جاء فی فضل الصدقة: ٦٦٤)

صدقہ اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

علی زین العابدینؒ فرمایا کرتے تھے:

مايسرني بنصيبي من الذل حمر النعم.

مجھے تواضع وانکساری سے اتنی خوشی ومسرت ہوتی ہے، جتنی سرخ اونٹوں کے حاصل ہونے سے نہیں ہوتی۔

(اخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ فی ترجمۃ: علی بن الحسین بن علی: ۴۸۷۵، ۴۱/ ۳۸۴)

۞--۞--۞

ابو جعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد، آپ کے والد گرامی زین العابدین علی بن حسین بن علی اور آپ کی والدہ حضرت حسن بن علی کی صاحب زادی ام عبداللہ بن حسن بن علی ہیں، آپ کی ولادت ۵۶ھ میں ہوئی۔

ابو جعفر باقر رحمہ اللہ حسنی اور حسینی ہیں، علم وعمل، سیادت وشرافت کے جامع شخصیت ہیں، نسبی شرافت کے ساتھ آپ کو دینی کمال بھی حاصل تھا، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی روایت کی ہے، روزانہ تقریباً ڈیڑھ سو رکعات نفل پڑھنے کا معمول تھا، مدینہ منورہ میں ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء: ترجمہ:۵۲۶، ۲۳۵/۵)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے

واقعہ

عبیداللہ بن بن ولید وصافی کہتے ہیں:

میں ابو جعفر باقر محمد بن علی بن حسین کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا:

یدخل أحدکم یده في کم أخیه؟ أو قال: في کیسه یأخذ حاجته؟

قلنا: لا. قال: ما أنتم بإخوان.

(اخرجه ابن عساکر فی ترجمة: محمد بن علي بن الحسين بن علي بن ابی طالب: ۵٤، ۲۹۳/٦۷۸۱، والبیهقی فی شعب الایمان، الجود والسخاء ۱۰۳۷۹)

کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آستین یا اس کی بیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنی ضرورت کی چیز لتیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں (یعنی کوئی دوسرے کے جیب یا بیگ میں ہاتھ ڈال کر اتنی بے تکلفی سے کوئی چیز نہیں لیتا) آپ نے فرمایا: تب تو تم بھائی بھائی نہیں ہو۔

عبرت و نصیحت

بھائی آپس میں بے تکلف ہوتے ہیں، اپنی ضرورت کے وقت بھائیوں کی چیزیں بے تکلف لے لیتے ہیں، اس کو برا نہیں سمجھتے، جب تمہارے درمیان یہ بے تکلفی نہیں ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے کی چیز بلا تکلف استعمال کر سکیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی نہیں ہو۔

ابوالحسن موسی بن جعفر (موسی کاظم) رحمہ اللہ

آپ کا نام موسی بن جعفر بن محمد، کنیت ابوالحسن ہے، موسی کاظم کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے پردادا حضرت علی زین العابدین ہیں، آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۲۸ھ میں ہوئی۔

آپ کی عبادت وریاضت، نسبی شرافت اور سخاوت کی وجہ سے لوگ آپ کو ''عبدِ صالح'' کے لقب سے پکارتے تھے، آپ اپنے خاندانی بزرگوں کی طرح نہایت سخی وفیاض طبیعت کے مالک تھے۔

ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا، جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی، آپ کے خدام نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، آپ نے اجازت نہیں دی، اس کا پتا معلوم کیا، اس کے کھیت پر پہنچے، اس کے ساتھ بیٹھ کر ہنسی مذاق کیا، پھر اس کو تین سو دینار دئے، وہ شخص شرمندہ ہوکر کھڑا ہوا، آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، جب بھی وہ شخص مسجد آتا جاتا، حضرت ابوالحسن موسی بن جعفرؒ کے لیے دعا دیا کرتا تھا۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۹۸۸، ۹/۱۱)

محمد بن عبداللہ بکری کہتے ہیں:

میں قرض حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوا، کہیں سے مجھے قرضہ نہیں ملا، میں نے سوچا کہ ابوالحسن موسی بن جعفر کے پاس جا کر اپنے حالات سناؤں، چناں چہ میں ''اُحد'' پہاڑی کے قریب ''نقمی'' مقام میں ان کے باغ میں حاضر ہوا، حضرت موسی بن جعفرؒ اپنے غلام کے ساتھ آئے، ان کے ساتھ ایک بڑا پیالہ تھا، جس میں بھونا ہوا گوشت تھا، ہم سب یعنی میں، حضرت ابوالحسن موسی بن جعفر اور آپ کا غلام سب نے کھانا کھایا، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے سارے احوال سنائے، پھر آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے، کچھ دیر بعد واپس آکر مجھے ایک تھیلی دی

جس میں تین سو درہم تھے، پھر میں اپنی سواری پر سوار ہو کر گھر واپس آ گیا۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۹۸۸، ۱۱/۹)

ایک مرتبہ ابوالحسن موسی بن جعفرؒ اپنی جائداد کی نگرانی کے لیے گئے، وہاں ایک غلام آیا، اس نے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت اور لکڑی وغیرہ ہدیے میں پیش کی، حضرت ابوالحسن موسی بن جعفرؒ نے اس غلام کا نام، آقا کا نام اور پتا معلوم کیا اور ایک کاغذ پر لکھ کر اپنے بیٹے کے سپرد کیا، اس کے بعد ''مکہ مکرمہ'' عمرے کے لیے تشریف لے گئے، اپنے غلام کو اُس غلام کے آقا کا پتا معلوم کرنے کا حکم دیا، آپ کے غلام نے آقا سے ملاقات کی، آقا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، ابوالحسن موسی بن جعفرؒ نے کہا: اپنے فلاں غلام کو میرے ہاتھ فروخت کر دو، آقا نے کہا: میں اس غلام کو اِس باغ سمیت آپ کے لیے ہدیہ کرتا ہوں، آپ نے قبول نہیں کیا، آپ نے غلام اور اس باغ کو جس میں وہ خدمت پر مامور تھا، دونوں کو ایک ہزار دینار میں خریدا، پھر اس غلام کو آزاد کیا، وہ باغ بھی اس کو ہدیے میں دے دیا۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۹۸۸، ۱۱/۹)

امام دارقطنیؒ نے آپ کا ایک دل چسپ واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

عیسیٰ بن محمد بن مغیث قرظی کہتے ہیں:

میں نے ''جوانیہ'' میں ایک کنویں کے قریب ایک جگہ پر جس کو ''ام عظام'' کہا جاتا ہے، خربوزہ، ککڑی اور کھیرے بویا، جب کٹائی کا وقت قریب ہوا، کچھ اچھی امیدیں وابستہ ہوئیں، ایک رات ٹڈیاں کھیت میں آ گئیں، سارے کھیت کو مکمل صاف کر دیا، میں نے مذکورہ چیزوں کی زراعت میں دو اونٹوں کے مساوی ثمن اور ایک سو بیس دینار کا مقروض ہو گیا۔

میں اسی سوچ میں بیٹھا ہوا تھا کہ موسی بن جعفر بن محمدؒ تشریف لے آئے، سلام کیا اور فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا:

اصبحت كالصريم.

کھیت جل گیا ہے، رات میں ٹڈی دَل میرے کھیت میں آ گئیں، سارا کھیت صاف کر دیا، انہوں نے دریافت کیا کھیتی میں کتنا نقصان ہوا ہے؟ میں نے کہا: ایک سو بیس دینار اور دو اونٹوں کے مساوی قیمت کا نقصان ہوا ہے، انہوں نے اپنے خادم سے فرمایا: عرفہ! ابوالمغیث کے لیے ایک سو پچاس دینار تول کر دو، پھر کہا: ہم تم کو تیس دینار کا نفع بھی دے رہے ہیں، نیز دو اونٹیاں بھی دے رہے ہیں۔

میں نے ان سے عرض کیا:

اے بابرکت و بافیض انسان! کھیت میں داخل ہو کر برکت کے لیے دعا کرو، انہوں نے کھیت میں داخل ہو کر دعا فرمائی، پھر رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی:

تمسکو ابقایا المصائب.

آفت زدہ چیزوں میں سے باقی رہ جانی والی چیزوں کو پکڑے رہو، یعنی باقی رکھو۔

(مصیبت کے وقت جزع فزع نہ کرو، صبر کرو، ان چیزوں پر توجہ دو، ان شاء اللہ برکت ہوگی)

پھر میں نے اس کھیت میں ان دونوں اونٹنیوں کو چراتا اور پانی پلاتا رہا، اللہ نے اس کھیت میں خوب برکت عطا فرمائی، کھیتی اُگ آئی اور اس کھیتی سے دس ہزار درہم کے مساوی مذکورہ چیزیں فروخت کیں۔ (اخرجہ الخطیب فی تاریخہ فی ترجمۃ: موسی بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسین بن علی بن ابی طالب: ۶۸۸۸، ۱۱/۸)

عبرت ونصیحت

جس طرح ضرورت مندوں کا تعاون کیا جاتا ہے، اسی طرح مصیبت زدہ لوگوں کا بھی تعاون کرنا چاہئے، بطور خاص جب کہ کوئی بڑی مصیبت وحادثہ پیش آجائے اور لوگوں کے لیے گذر بسر کے لیے کوئی سہارا اور آسرا نہ ہو، تو تعاون وہم دردی کی ضرورت واہمیت دگنی ہوجاتی ہے، جیسے آسمانی حوادث: موسلا دھار بارش، سیلاب، طوفان، زلزلوں کی شدت اور فرقہ وارانہ فسادات سے ہونے والے نقصانات کی تلافی اس طرح کے حالات میں اچھے خاصے لوگ حوادث ومصائب سے دوچار ہوجا کر بے بس ومجبور ہوجاتے ہیں۔

حضرت عبیداللہ بن ابوبکرہ رحمۃ اللہ علیہ

عبیداللہ آپ کا نام ہے، حضرت ابوبکرہ مشہور صحابیٔ رسول آپ کے والد ہیں، ۱۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، حضرت علی اور اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ''بصرہ'' کے قاضی تھے، ۵۰ھ میں ''سجستان'' کے امیر مقرر ہوئے، آپ بہادر اور نہایت سخی تھے، ۷۹ھ میں ''سجستان'' میں وفات پائی۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمہ عبیداللہ بن ابی بکرۃ: ۴۵۰۰، ۱۳۰/۳۸، سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۱۲، ۴/۵، ۷/۲)

حضرت عبیداللہ بن ابوبکرہ ایک سو ساٹھ پڑوسیوں کا خیال رکھتے تھے، چالیس داہنی طرف، چالیس بائیں طرف، چالیس سامنے اور چالیس پیچھے کے پڑوسیوں کا خیال فرماتے تھے، عید کے موقع پر ان کے لیے کپڑے، تحفے اور قربانی کا گوشت روانہ فرماتے، عورتوں کی شادیاں کراتے، مردوں کے مہر کی ادائیگی کے لیے تعاون فرماتے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمہ عبیداللہ بن ابی بکرۃ: ۴۵۰۰، سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۱۲، ۴/۵، ۷/۲)

ایک مرتبہ سفر سے واپس آ رہے تھے، ''بصرہ'' کے قریب مقام ''خریبہ'' میں پانی کی پیاس لگی، ایک عورت کے دروازے پر کھڑے ہو کر پانی طلب کیا، گھر کے اندر سے آواز آئی، دروازے کے سامنے سے دور ہو جاؤ، چند دن پہلے میرے خادم کا انتقال ہو گیا ہے، میں عرب خاتون ہوں، باہر نکل نہیں سکتی، اس لیے کسی غلام کو اندر بھیجیں، دروازے کے پیچھے پانی کا پیالہ اور گلاس رکھ دیتی ہوں، جب میں گھر کے اندر چلی جاؤں، تو اس پیالے اور گلاس کو لے لو، چناں چہ ایک غلام دروازے کے پیچھے سے پانی کا پیالہ اور گلاس لے آیا، عبیداللہ بن ابوبکرہؒ نے خادم سے کہا: اس عورت کو دس ہزار درہم دے آؤ، جب عورت نے اس رقم دیکھا تو کہا:

میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟

عبیداللہ بن ابوبکرہؓ نے فرمایا:
بیس ہزار درہم دے آؤ، عورت نے کہا:
اسئل اللہ العافیۃ.
میں اللہ سے عافیت طلب کرتی ہوں۔
عبیداللہ بن ابوبکرہ نے فرمایا:
کیا ہمیں اس لائق نہیں سمجھتی ہو کہ ہمارے ہدیے کو قبول کیا جائے، پھر عبیداللہ بن ابوبکرہؓ نے تیس ہزار درہم اس عورت کے لیے ہدیے میں روانہ کیا، نیز اس عورت کے خاندان میں جتنی عورتیں بیوہ تھیں، سب پر مال خرچ کیا۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمہ عبیداللہ بن ابی بکرۃ: ۴۵۰۰، ۱۴۱/۳۸)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آپ کی سخاوت سے متعلق پانچ واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

حضرت عبیداللہ بن ابوبکرہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام النحو ابوالاسود دیلیؒ کے بدن پر ایک لمبی پھٹی پرانی قمیص دیکھی جس کو وہ بکثرت پہنا کرتے تھے، حضرت ابوبکرہؓ نے ابوالاسود دیلی سے سوال کیا:
اماتمل ھذہ الجبۃ؟
ابوالاسود! اس قمیص کو پہنتے پہنتے آپ کو اکتاہٹ نہیں ہوئی؟
انہوں نے جواب دیا:
رب مملول لا یستطاع فراقہ.
بعض اکتاہٹ آمیز چیزوں سے چھٹکارہ نہیں ملتا۔
حضرت ابوبکرہؓ نے ابوالاسود دیلی کے پاس ایک سو جوڑے کپڑے بطور ہدیہ روانہ کیا، ابوالاسود دیلی نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

كساني، ولم استكسه، فحمدته ۞ أخ لك يعطيك الجزيل و ناصر

انہوں نے مجھے کپڑے پہنائے؛ حالاں کہ میں نے ان سے کپڑے نہیں مانگا میں

نے ان کی تعریف کی، وہ تمہارا بھائی ہے جو بہت دیتا ہے اور مدد کرتا ہے۔

وإن أحق الناس إن كنت شاكرا ۞ بشكرك من أعطاك، والعرض وافر

اگر تم شکر ادا کرنا چاہتے ہو، تو لوگوں میں سب سے زیادہ تمہارے شکر کا مستحق وہ شخص ہے جو تمہیں مال دے اور تمہاری عزت نفس کا بھرپور خیال بھی رکھے۔

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ: عبید اللہ بن ابی بکرۃ: ۴۵۰۰، ۳۸/ ۱۳۹)

نصیحت وعبرت

حضرت ابوبکرہؓ نے ابوالاسود دیلی کی طرف سے کسی قسم کا سوال، اشارہ، کنایہ اور تملق کے بغیر سو جوڑے کپڑے ان کے پاس روانہ کئے، ابوالاسود دیلی کو اس قیمتی ہدیے سے بہت خوشی ہوئی کہ بن مانگے، عزت واحترام کے ساتھ انہوں نے سو جوڑے کپڑے میرے پاس روانہ کردئے ہیں۔

لہٰذا ہم کسی کے لیے ہدیے دیں، کچھ تعاون کریں، تو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جس شخص کو دیا جارہا ہے، اس کو شرمندہ نہ کیا جائے، اس پر احسان نہ جتلایا جائے، نہ اس کی عزتِ نفس کو مجروح کو کیا جائے، اخلاص، عزت، احترام اور اکرام کے ساتھ تعاون اور ضرورت پوری کرنی چاہئے۔

واقعہ (۲)

قریش بن انس کہتے ہیں:

محمد بن مہلب بن ابوصفرہ نے حضرت عبید اللہ بن ابوبکرہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے ایک بیماری لاحق ہوگئی ہے، حکیم نے بطورِ دوا گائے کا دودھ پینا تجویز کیا ہے، لہٰذا تم میرے پاس ایک گائے بھیجو کہ میں اس کا دودھ پی سکوں، قریش بن انس کہتے ہیں: حضرت عبید اللہ بن ابوبکرہؓ نے سات سو گائے، ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک چرواہا محمد بن مہلب کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ جس دیہات اور جنگل میں یہ گائے چرنے کے لیے جائیں، وہ دیہات اور جنگل بھی تمہارا ہی ہوگا۔

(رواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ: عبید اللہ بن ابی بکرۃ: ۴۵۰۰، ۳۸/ ۱۳۸)

عبرت و نصیحت

جس آدمی سے کوئی ضرورت مند سوال کرتا ہے، وہ اپنی حیثیت اور ضرورت کے مطابق سوال کرتا ہے، جس سے سوال کیا جا رہا ہے، اس کو چاہئے کہ وہ اپنی حیثیت اور ایک لمبے عرصے تک ضرورت مند کی حاجت براری کا لحاظ کرتے ہوئے عطا کرے، اسی کو فراخ دلی اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کہا جاتا ہے۔

واقعہ (۳)

محمد بن عمر بن حمید کہتے ہیں:

حضرت عبیداللہ بن ابوبکرہؓ نے سعید بن عثمان بن عفانؓ سے ملاقات کی جب کہ حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں ''خراسان'' کا گورنر بنایا تھا، عبیداللہ بن ابوبکرہؓ نے انہیں بہت پراگندہ حالت میں پایا اور کہا: تم ''خراسان'' کے گورنر ہو اور نہایت خستہ و پراگندہ حالت میں ہو؟

پھر حضرت عبیداللہ بن ابوبکرہؓ نے اپنے وکیل (خزانچی) سلیم ناصح کے نام خط لکھا کہ سعید بن عثمان بن عفانؓ کو بیس ہزار درہم، بیس ہزار اونٹ اور ہر (ضروری) چیز میں بیس ہزار کی تعداد کے بقدر دو، جب سعید بن عثمان بن عفانؓ سلیم ناصح کے پاس گئے، تو انہوں عبیداللہ بن ابوبکرہؓ کے حکم کے مطابق سعید بن عثمانؓ کو ہر چیز میں بیس ہزار عدد کا ہدیہ دیا۔ (اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبیداللہ بن ابی بکرہ :۴۵۰۰ ،۳۸/۱۳۵)

واقعہ (۴)

ابوغسان محمد بن یحیٰ کہتے ہیں:

سعید بن عثمانؓ نے عبیداللہ بن ابوبکرہؓ کی پرچی کو ایک معمولی پرچی سمجھا، پھر اس کو سلیم ناصح کے پاس روانہ کر دیا، جب سلیم ناصح نے ان کے پاس وہ تمام چیزیں روانہ کیں، تو سعید بن عثمانؓ نے کہا:

لا تحقرن صحيفة مختومة ۞ وانظر بما فيها فكاك الخاتم

کسی بند مہر بند لفافے کو معمولی نہ سمجھو، مہر کھول کر دیکھو، اس میں کیا ہے؟

إن الغيوب عليكم محجوبة ۞ إلا بظني جاهل أو عالم

ان دیکھی چیزیں تم سے مخفی ہوتی ہیں، ان کو جاننے والا ہی جانتا ہے، ناواقف شخص بس اندازہ لگا سکتا ہے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبید اللہ بن ابوبکرۃ: ۴۵۰۰، ۱۳۵/۳۸)

عبرت ونصیحت

حضرت عبید اللہ بن ابوبکرہؓ نے اپنے خستہ حال گورنر کو اتنا بڑا ہدیہ دیا کہ ان کے وہم وگمان میں نہیں تھا، صاحب وسعت ہو گئے، اداروں کے ذمہ دار احباب کو عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ اپنے ماتحت دینی خدمات انجام دینے والوں کی پراگندہ حالت درست کرنے اور ان کو خوش حال بنانے کی فکر وتدبیر کرنی چائے، ان کی ضروریات اور سہولیات کا خیال اور انتظام کرنا چاہئے۔

واقعہ (۵)

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

ایک شخص بیمار ہوا، اُس بیمار کی صحت یابی کے لیے حکیم کی طرف سے بھینس کا دودھ پینا تجویز کیا گیا ہے، اُس بیمار شخص نے اس ضرورت کے لیے عبدالرحمن بن ابوبکرہ کے پاس ایک آدمی بھیجا، عبدالرحمن بن ابوبکرہؓ نے اپنے خزانچی سے معلوم کیا کہ ہمارے پاس دودھ والی بھینسیں کتنی ہیں؟ خزانچی نے جواب دیا: نوسو دودھ والی بھینسیں ہمارے پاس ہیں، عبدالرحمن بن ابوبکرہ نے حکم دیا کہ وہ ساری بھینسیں اس بیمار کے لیے روانہ کردو، جب نوسو دودھ والی بھینسیں اس بیمار کے پاس پہنچیں، تو انہوں نے کہا: میں نے ایک بھینس مانگی تھی؟ قاصد نے کہا: ساری بھینسیں تم ہی رکھ لو۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبید اللہ بن ابوبکرۃ: ۳۹۷۶، ۱۳۸/۳۸)

حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا واقعے سے متعلق بعض روایت میں عبید اللہ بن ابوبکرہ کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے۔(ابن عساکر فی ترجمۃ :عبید اللہ بن ابوبکرۃ :۳۹۷۶، ۳۸/۱۳۸)

علامہ ذہبیؒ نے بھی اس واقعے کو عبید اللہ بن ابوبکرہؓ کی طرف منسوب کیا ہے، عبید اللہ بن ابوبکرہ،ہی جود وسخا میں معروف ومشہور ہیں۔

۞--۞--۞

حضرت خیثمہ بن عبدالرحمٰن کوفی رحمہ اللہ

آپ کا نام خیثمہ بن عبدالرحمن بن ابی سبرہ ہے، آپ کے والد اور دادا دونوں صحابی ہیں، کبارِ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے، فقیہ ومحدث ہیں، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت نعمان بن بشیر اور دیگر تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، آپ سے سلیمان بن مہران اعمش، طلحہ بن مصرف، منصور بن معتمر اور دیگر تابعین رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں، آپ نہایت کشادہ دل سخی انسان تھے، بے انتہاء جود وسخا کے عادی تھے، اہل کوفہ کے نزدیک حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت خیثمہؒ نہایت محبوب شخصیتیں تھیں۔

(طبقات ابن سعد، ترجمہ:۲۳۱۹، ۳۶/۵، سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۴۸۳، ۱۸۶/۵)

آپ کے شاگرد حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں:

حضرت خیثمہؒ کو وراثت میں دو لاکھ درہم ملے تھے، اس پوری رقم کو آپ نے قرائے کرام اور فقہائے عظام پر خرچ فرمایا۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ترجمہ: ۴۱۴)

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں:

حضرت خیثمہ خبیص (عمدہ قسم کا روایتی میٹھا) اور عمدہ قسم کا کھانا تیار فرماتے، پھر حضرت ابراہیم نخعیؒ کو دعوت دیتے، آپ کے ساتھ ہم (طلبہ) کو بھی طلب فرمالیتے اور ارشاد فرماتے: تناول فرمایئے، میں نے اپنی پسندیدہ لذیذ غذائیں آپ حضرات کے لیے تیار کیں ہیں، کبھی چار پائی کے نیچے سے ٹوکری نکالتے جس میں خبیص اور فالودہ ہوتا اور ہمارے سامنے پیش فرماتے۔

آپ صاحبِ وسعت تھے، اپنے تلامذہ میں سے کسی کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھتے، تو جب وہ شخص مجلس سے باہر نکلتا، تو حضرت خیثمہؒ دوسرے دروازے سے نکل کر درہم ودینار سے اس کا تعاون کرتے اور ارشاد فرماتے: کپڑے اور دیگر ضروریات کا

سامان خریدلو۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ترجمہ: ۴۱۴)

مسیب بن رافع کے گھر میں ولادت ہوئی، وہ خود گھر پر موجود نہیں تھے، ایک دایہ کو خرید کران کی اہلیہ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔

(طبقات ابن سعد، ترجمہ:۲۳۱۹، ۳۶/۵،صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ترجمہ: ۴۱۴)

حضرت خیثمہؒ مسیب بن رافع کو ہر ماہ پچاس درہم دیا کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء، ترجمہ: ۲۵۴، ۱۰۵/۴)

خیثمہ بن عبدالرحمنؒ مسجد میں درہم ودینار کی تھیلیاں لے کر بیٹھ جاتے اور ضرورت مندوں پر خرچ کرتے۔ (حلیۃ الاولیاء، ترجمہ: ۲۵۴، ۱۰۶/۴)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آپ کی سخاوت کا ایک انوکھا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میری بکری بیمار ہوگئی، حضرت خیثمہؒ صبح وشام میرے گھر آتے اور دریافت کرتے، بکری نے چارہ کھایا ہے؟ بچوں کا کیا حال ہے؟ بچے خیریت سے ہیں؟ کب سے انہیں بکری کا دودھ نہیں مل رہا ہے۔

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں:

میری ایک قالین اور گدی تھی جس پر میرا اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا، حضرت خیثمہؒ جب میرے پاس سے جاتے، تو کہتے کہ گدی وقالین کے نیچے جو چیز ہے، اس کو اٹھالو؛ یہاں تک کہ جتنا عرصہ بکری بیمار تھی، اس عرصے میں خیثمہؒ نے گدی کے نیچے تین سو سے زائد درہم رکھے تھے، مجھے خواہش ہونے لگی کہ کاش بکری بیمار ہی رہتی، تو اچھا تھا۔ (کہ بچوں کی ضروریات کے نام سے روزانہ ہم کو درہم ملتے رہتے)

(اخرجہ الحموی بلا اسناد فی ثمرات الاوراق فی المحاضرات: بکاء زید العابدین)

عبرت ونصیحت

حضرت اعمشؒ جو محدث اور حضرت خیثمہؒ کے شاگرد ہیں، گھر کے بچوں کو بکری کا

جو دودھ ملتا تھا، وہ بکری کی بیماری کی وجہ سے بند ہو گیا، حضرت خیثمہؒ بکری کی عیادت کے بہانے حضرت اعمشؒ کے گھر آتے، بچوں کے دودھ کے انتظام کے لیے ان کی گدی کے نیچے درہم رکھ کر چلے جاتے؛ تاکہ بچوں اور گھر کے افراد کے لیے دودھ اور خوراک کا انتظام ہو اور حضرت اعمشؒ جو خود بہت بڑے محدث ہیں، ان کو شرمندگی بھی نہ ہو۔ سبحان اللہ!

رشتہ دار، اہل علم وفضل اور اہل تعلق کو کوئی پریشانی آئے، تو ان کے معصوم بچوں اور افرادِ خانہ کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہئے، اس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور ان کو شرمندگی بھی محسوس نہ ہو، اس لیے کہ شریف اور کھاتا پیتا انسان جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، تو وہ لوگوں کے سامنے اپنی مجبوری و پریشانی ظاہر نہیں کر سکتا، برسرِ عام تعاون اور مدد کرنے سے بھی وہ شرمندہ ہوتا ہے، اس طرح کے لوگوں کا تعاون کرنا چاہئے، پریشانی ظاہر نہ کرنے کی وجہ سے لوگ انہیں ضرورت مند نہیں سمجھتے اور ظاہر کرنے میں شرافت اور مروت حائل رہتی ہے، لہٰذا اس طرح کے لوگوں کا تعاون کرنا چاہئے اور حسن تدبیر اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

فقیہِ شام حضرت مکحول رحمہ اللہ

آپ کا نام مکحول بن ابو مسلم سہراب بن شاذل بن سند بن شروان بن بزردک بن یغوث ہے، ابوعبداللہ کنیت ہے، اصلاً ''کابل'' افغانستان کے باشندے تھے، کسی طرح قیدی بنا لیے گئے، پھر سعید بن العاص کے غلام بنے، انہوں نے آپ کو قبیلہ ءہذیل کی ایک عورت کے لیے ہبہ کر دیا، اُس عورت نے انہیں آزاد کر دیا، اس اعتبار سے آپ کو ہذلی کہا جاتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۲۷۶، ۵/ ۷۲ ۴)

آپ اوساطِ تابعین میں سے ہیں، حضرت انس، حضرت واثلہ بن اسقع، محمود بن ربیع اور ام درداء وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، آپ سے ابن شہاب زہری، ربیعہ الرای، محمد بن اسحاق اور ابوعمر و اوزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔
(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ:۲۷۶، ۵/ ۷۲ ۴)

آپ فرماتے ہیں:

جب میں آزاد ہوا، تو مصر میں تھا، آزادی کے بعد وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا، پھر عراق، مدینہ اور ملکِ شام میں علم حاصل کیا، پھر دمشق میں سکونت اختیار کر لی۔
(التاریخ الکبیر، ترجمہ:۲۰۰۸، ۸/ ۱۷)

آپ نہایت زاہد و عابد بزرگ اور ملکِ شام میں اپنے زمانے کے نہایت قابل اعتماد اور سب سے بڑے فقیہ تھے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آپ کی سخاوت کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ دس ہزار دینار دئے گئے، آپ نے اس رقم میں سے اپنے تلامذہ کو ایک ایک گھوڑے کی قیمت کے بقدر پچاس پچاس دینار دئے۔

سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں: حضرت مکحول فرماتے تھے:

إذاأعطيت، فاجبر.

جب تم کسی شخص کا تعاون کرو، تو اتنا تعاون کرو کہ اس کی ضروریات کی تکمیل ہو جائے۔ (اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: مکحول بن دبر: ۷۶۲۲، ۶۰/ ۲۴۲)

(والذهبي في تذكرة الحفاظ في ترجمة مكحول: ٦٧٣)

عبرت ونصیحت

کسی کا مالی تعاون کیا جائے، تو بہتر ہے کہ بقدرِ ضرورت کیا جائے؛ تا کہ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو جائے، وہ مزید کسی کے تعاون کا محتاج نہ رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا أَعْطَيْتُمْ فَأَغْنُوا.

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکوۃ، ما قالوا فی الزکوۃ قدر ما یعطی منھا: ۱۰۴۲۵)

جب تم کسی ضرورت مند کا تعاون کرو، تو اس کو دوسروں (سے سوال کرنے سے) مستغنی کر دو، یعنی اتنی مقدار میں تعاون کرو کہ آپ کے تعاون کے بعد اس کو کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:

كَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يَسُدَّ بِهَا حَاجَةَ أَهْلِ الْبَيْتِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکوۃ، ما قالوا فی الزکوۃ قدر ما یعطی منھا: ۱۰۴۲۷)

اتنا تعاون کرنا چاہیئے کہ گھر کے افراد کی ضروت پوری ہو جائے۔

❁--❁--❁

حکم بن مطلب بن عبداللہ قرشی مخزومی

آپ کا نام حکم بن مطلب بن عبداللہ بن حنطب ہے،قریش کی شاخ بنومخزوم سے تعلق ہے،مدینے کے باشندے ہیں،زکوۃ وصدقات کی وصولی کی خدمات انجام دیتے تھے،آخری ایام میں ملک شام جا کر مقام ''منبج'' میں سرحدوں کی حفاظت میں زندگی گذاری۔(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ حکم بن مطلب :۱۰۱،۱۷۰،۱۵/ ۳۷)

حکم بن مطلب بن عبداللہ نہایت فیاض وکشادہ دل انسان تھے،ان کی سخاوت کے بے شمار واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

ثعلب کہتے ہیں:

مقام ''منبج'' کے باشندوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ہماری قوم کے اکثر لوگ غریب ونادار تھے،ہمارے پاس حکم بن مطلب آئے،تو ہماری قوم کے لوگ مال دار اور صاحبِ وسعت ہوگئے،میں نے پوچھا: وہ کس طریقے سے مال دار ہو گئے؟ انہوں نے کہا: حکم بن مطلب نے ہمیں مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی (ہم دردی،خیرخواہی،بھائی چارگی،محتاجوں کی حاجت روائی،مظلوموں کی فریادرسی وغیرہ کی تعلیم دی) جس کی وجہ سے ہمارے مال دار غریب لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور غریب لوگوں پر مال خرچ کیا،غریب لوگ بھی مال دار ہو گئے۔(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب)

''مدینہ منورہ'' کے گورنر نے حکم بن مطلب کو زکوۃ وصدقات کی وصولی کے لیے روانہ کیا،وہ زکوۃ وصدقات کی وصولی سے فارغ ہوکر ''مدینہ'' واپس آئے،تو گورنر صاحب نے معلوم کیا: زکوۃ وصدقات کے اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نے روٹی کے ساتھ ان اونٹ اور بکریوں کا گوشت کھالیا،گورنر نے سوال کیا: درہم ودینار کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: لوگوں کے ساتھ احسان کرنے میں خرچ کر دیا (زکوۃ وصدقات کی وصولی کرنے والے امیر المومنین اور خلیفہ کے حکم سے وصولی کے مقامات ہی

میں فقراء پر خرچ کیا کرتے تھے، ان کو بھی یہی حکم ہوا ہوگا جس کی وجہ سے ساری زکوۃ انہوں نے مقامی ضرورت مندوں پر خرچ کر دی، کچھ بچا کر نہیں لائے، اس وجہ سے گورنر کو غلط فہمی ہوگئی ہوگی، جس کی تحقیق کے لیے) گورنر نے انہیں قید کر دیا، ٹھیک بن اساف کی اولاد میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا، ان کی سخاوت اور فیاضی کے سلسلے میں اشعار کہے، حکم بن مطلب نے قید و بند کی ہی حالت میں ان کو تین ہزار درہم دئے۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ حکم بن مطلب: ۱۷۰۱، ۱۵/ ۴۲)

ایک مرتبہ حکم بن مطلب کے چپل کا تسمہ ٹوٹ گیا، انہوں نے اپنا دوسرا چپل بھی اسی جگہ اتار دیا اور آگے چلے گئے، ایک مصری شخص نے ان چپلوں کو اٹھایا، درست کر کے حکم بن مطلب کے پاس لے گیا، حکم بن مطلب نے ان چپلوں کو اسی مصری شخص کے سپرد کر دیا اور مزید تیس دینار دے کر روانہ کیا۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ حکم بن مطلب: ۱۷۰۱، ۱۵/ ۴۲)

نوفل بن عثمان کہتے ہیں:

بنو امیہ کا ایک قدآور اور سردار قسم کا شخص جو ''مدینے'' کا باشندہ تھا، بہت زیادہ مقروض اور بہت زیادہ پریشان ہوگیا، یہ اندیشہ ہونے لگا کہ قرض خواہ اس کی جائداد اور املاک فروخت کر کے اپنا قرضہ وصول کریں گے، بنو امیہ کے اس شخص نے سوچا کہ خالد بن عبداللہ جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی جانب سے ''کوفہ'' کا گورنر ہے، اس کی خدمت میں حاضری دی جائے؛ کیوں کہ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ مہمانوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

چناں چہ اس شخص نے ''مدینہ منورہ'' سے خالد بن عبداللہ کے لیے کچھ ہدایا و تحائف کا انتظام کیا اور ''کوفہ'' کی طرف روانہ ہوگیا، جب وہ شخص مقام ''فید'' پر پہنچا، تو ایک عظیم الشان خیمہ نظر آیا، اس نے لوگوں سے معلوم کیا: یہ خیمہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خیمہ حکم بن مطلب کا ہے، وہ شخص تیار ہو کر حکم بن مطلب کے خیمے میں حاضر ہوا، حکم بن مطلب نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا، درمیانی خیمے میں بٹھایا اور حالات دریافت

گئے، اس شخص نے اپنی درد بھری داستان اور قرضے کی پریشانیاں سنائیں اور کہا کہ فریادرسی اور حاجت براری کے لیے خالد بن عبداللہ کے پاس جارہا ہوں۔

حکم بن مطلب نے اُس شخص کو اپنے گھر لے گئے، مہمان بنایا، پھر کہا: خالد بن عبد اللہ سے زیادہ مجھ پر تمہارا حق بنتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کروں اور تمہاری ضرورت پوری کروں؛ کیوں کہ ہمارے قبیلہء قریش سے تمہارا تعلق ہے، پھر کہا کہ ''غارمین'' کے ''مد'' سے میں سے یہ مال لے کر جاؤ، (غارمین: اسلامی بیت المال میں مقروض اور تاوان کا بوجھ اٹھانے والوں کے تعاون کے لیے ایک مد اور بجٹ مقرر ہوتا ہے، اس کو غارمین کا مد و بجٹ کہتے ہیں) اپنا قرضہ ادا کرو، تم پر اللہ کے علاوہ کسی کا احسان نہیں ہوگا، پھر اپنی طرف سے ایک تھیلی دے کر رخصت کیا جس میں تین ہزار دینار تھے، جب وہ جانے لگے، تو کہا: مجھے تمہاری اہلیہ کا بھی خیال آرہا ہے کہ وہ تم سے پوچھیں گی، تم عراق گئے تھے، میرے لیے کیا ہدیہ وتحفہ لے آئے ہو؟ یہ پانچ سو درہم لو، اپنی اہلیہ کے لیے عراق کے ہدایا ضرور خرید کرلے جاؤ۔ (قرض کی ادائیگی کا انتظام کیا، ضرورت پوری کی اور اہل خانہ کے لیے ہدایا کا بھی انتظام کیا)

(ملخص اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ حکم بن مطلب: ۱۰۱، ۱۷، ۱۵/۴۰)

امام دارقطنیؒ نے حکم بن مطلب کے دو واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

معروف حمصی کہتے ہیں:

میں ان لوگوں میں شامل تھا جو حکم بن مطلب کی وفات کے موقع پر ''منبج'' (ملک شام کا ایک شہر) میں موجود تھے، وہ جاں کنی کے عالم میں تھے، موت کی سختی میں مبتلا تھے، ان کے نزع کے وقت میں نے یا حاضرین میں سے کسی نے کہا: اے اللہ! موت کی سختی کو ان پر آسان فرمایا، وہ ایسا تھا، وہ ویسا تھا، (یعنی تعریفی کلمات کہہ رہا تھا) حکم بن مطلب کو ہوش آیا اور کہا:

کون بات کررہا تھا؟

میں نے عرض کیا:

میں بات کر رہا تھا۔

انہوں نے کہا:

موت کا فرشتہ تم سے خطاب کر کے کہہ رہا تھا:

إني بكل سخي رفيق.

میں ہر سخی انسان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا ہوں، سختی نہیں کرتا۔

پھر ان کا انتقال ہو گیا، گویا ایک چھوٹی سے بتی تھی جو گل ہو گئی، یعنی روح نکلنے کی بالکل دشواری نہیں ہوئی، روح قبض ہونے کا احساس ہی نہیں ہوا۔

قاسم بن محمد کہتے ہیں:

جب ابن ہرمہ کو حکم بن مطلب کی وفات کی خبر پہنچی، تو انہوں نے ان کے مرثیہ میں کہا:

سلا عن الجود، والمعروف أين هما ۞ فقلت إنهما ماتا مع الحكم

لوگوں نے جود و کرم کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں گئے؟ (اب کوئی سخی نظر نہیں آ رہا ہے)

میں نے کہا: یہ دونوں صفات حکم بن مطلب کے ساتھ دفن ہو گئیں۔ (انہیں کے ساتھ رخصت ہو گئیں)

ماتا مع الرجل الموفي بذمته ۞ يوم الحفاظ إذا لم يوف بالذمم

یہ صفات اُس شخص کے ساتھ دفن ہو گئیں جو اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے حفاظت کے دن، جب کہ ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا جاتا۔

ماذا بمنبج، لو ينشر مقابرها ۞ من التهدم بالمعروف والكرم

''منبج'' میں کیا ملے گا؟ جود و کرم کے انہدام کے علاوہ، اگر اس کے قبروں کو دوبارہ کھولا جائے۔ (یعنی وہاں کی قبروں کو کھرید کر دیکھا جائے، تو جود و کرم اور سخاوت منہدم نظر آئیں گے) (اخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ فی ترجمۃ: الحکم بن المطلب بن عبداللہ: ۱۷۰۱، ۱۵/۴۵)

عبرت ونصیحت

حکم بن مطلب جو نہایت سخی تھے، ان کے انتقال کے موقع پر لوگوں نے موت کی شدت کی آسانی کے لیے دعا کی، تو موت کے فرشتے نے یہ خوش خبری سنائی کہ ہم سخی پر سختی نہیں کرتے، چناں چہ حاضرین نے دیکھا کہ حکم بن مطلب کی وفات نہایت آسانی کے ساتھ ہوئی، گویا سخاوت موت کی سختی کے وقت آسانی کا سبب ہے۔

حضرات تابعینؒ کا ایک ضرورت مند کے تعاون میں سبقت

حضرت عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نے مسجد میں سوال کیا،مسجد کے دو دروازے تھے،ہم میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا: جو شخص اس دروازے سے نکلے گا،اس کو سو درہم دینے ہوں گے،جو شخص اُس دروازے سے نکلے گا،اس کو تین سو درہم دینے ہوں گے،تین سو درہم والے دروزاے پر لوگوں نے بھیڑ لگا دی۔

حضرت عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں:

كنا نعد البخيل فينا من يقرض.

ہم اس شخص کو بخیل سمجھتے تھے جو دوسروں کو قرض دے۔

اخرجه البيهقي في شعب الايمان عن الحسن مرسلا:

كُنَّا نَعُدُّ الْبَخِيلَ الَّذِي يُقْرِضُ أَخَاهُ.

(شعب الايمان باب الجود والسخاء: ۱۰۳۸۰)

عبرت ونصیحت

مذکورہ روایت کو ضیاء مقدسی رحمہ اللہ نے ''منتقی'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے

كنا نعد البخيل الذي يقرض أخاه.

(اخرجه الضياء المقدسي في المنتقى عن انس: ۲۹۹)

حضرات صحابہ وتابعین ضرورت مند شخص کی ضرورت پوری کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے،اس کی حاجت روائی میں زیادہ سے زیادہ تعاون کرنے کو ترجیح

دیا کرتے تھے۔

حضرات صحابہ وتابعین اُس شخص کو بخیل سمجھتے تھے، جوضرورت مند کو قرض دے، یعنی ضرورت مند کی ضرورت بلاعوض پوری کرنی چاہیئے،ضرورت پر قرض دے کردوبارہ وصول کرنا بخیلوں کا کام ہے۔

۞--۞--۞

ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ رحمہ اللہ

آپ کا نام ابراہیم بن محمد ہے، مشہور صحابی جان نثارِ رسول حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، قرشی، مدنی اور تابعی ہیں، آپ کو لوگ اسدُ قریش، اسد حجاز (قریش کے شیر اور حجاز کے شیر) کہتے تھے، آپ کے والد اور دادا دونوں جنگ جمل کے موقع پر شہید ہو گئے، بہادر اور حق گو تھے، خلفاء وامراء کو بلا خوف وتردد نصیحت فرما دیتے تھے۔

آپ نے حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے، آپ سے عبداللہ بن محمد بن عقیل حبیب بن ثابت اور عبداللہ بن حسن وغیرہ حضرات نے روایت کی ہے۔

مزدلفہ کی رات حالت احرام میں ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۵۹۰، ۳۳۶/۵)

امام دارقطنیؒ نے آپ کی سخاوت کے دو دل چسپ واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

ابراہیم بن ہرمہ کہتے ہیں:

میں نے اپنے بیٹے کے نکاح اور اس کی رخصتی کے لیے اپنے دیہات (وادی عقیق) جانے اور موسم سرما کی ضروریات کا انتظام کرنے کا ارادہ کیا، میں ہر سال موسم سرما میں ''وادی عقیق'' جایا کرتا تھا، میں قریش کے لوگوں کے بارے میں سوچا کہ کس کے پاس اپنی ضرورت پیش کروں؟ پھر مجھے ابراہیم بن محمد بن طلحہ یاد آئے کہ ان کے پاس جانا مناسب ہوگا۔

میں نے مدینے کی مشرقی اور مغربی علاقوں کے درمیان ''جبل احد'' سے لگے ہوئے باغ میں ان کے یہاں پہنچا جس کو ''رحبہ'' کہا جاتا ہے، میں نے ان کے لیے ایک شعر تیار کیا، جب میں ان کے پاس حاضر ہوا، تو انہوں نے اپنے بچوں سے کہا: تمہارے چچا

کی تعظیم واکرام کے لیے کھڑے ہوجاؤ، وہ کھڑے ہو گئے اور مجھے سواری سے اتار کر لے گئے۔

میں نے ابراہیم بن محمد کو سلام کیا، انہوں نے خوش آمدید کہا اور بشاشت کے ساتھ استقبال کیا، میں ان کے ساتھ بات چیت کرنے لگا، جب مجلس میں قدرے اطمینان وسکون ہوا، تو میں نے عرض کیا: میں نے اپنے دیہات جانے کا ارادہ کیا ہے، موسم سرما اپنے اخراجات کے ساتھ آچکا ہے، میں نے اپنے بیٹے کی رخصتی کا بھی ارادہ کر رکھا ہے، سامان کی فراہمی دشوار ہے، میں نے اپنی قوم قریش کے متعلق غور وفکر کیا، تو مجھے آپ کی یاد آئی کہ آپ کے پاس حاضر ہونا مناسب ہے، اس لیے حاضر ہوا۔

میں نے آپ کی شان میں ایک شعر بھی تیار کیا ہے، انہوں نے کہا: اپنی رشتہ داری، صلہ رحمی اور قرابت کا تمہیں واسطہ دیتا ہوں، آپ مجھے وہ شعر ضرور سنائیں جس کی وجہ سے تمہاری صلہ رحمی کی جائے اور تمہاری ضرورت پوری کی جائے، تم اپنے دیہات چلے جاؤ، میری طرف سے جو مدد تمہیں پہنچے، اس میں میری معذرت قبول کرو۔

(فی الحال جو میسر تھا، اس اعتبار سے مدد کی ہے)

میں ان کے پاس سے واپس آکر اپنے دیہات ''وادی عقیق'' چلا گیا، ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک چھوٹی چھوٹی بکریاں ایک دوسرے کے پیچھے آتی ہوئی دکھائی دیں، مجھے یہ منظر بہت اچھا لگ رہا تھا کہ یہ بکریاں چلتے چلتے ''وادی عقیق'' کے درمیان آگئیں، پھر دیکھا کہ دو حبشی غلام ان ریوڑوں کے درمیان ہیں اور دوسرا آدمی خچر پر سوار ہے، جس کے سامنے کپڑوں کی گٹھری رکھی ہوئی ہے، وہ شخص میرے سامنے آیا، باادب بیٹھ گیا اور کہا: مجھے تمہارے بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے تمہارے لیے یہ تین سو بکریاں، دو حبشی غلام، چالیس جوڑے کپڑے اور دو سو دینار بھیجا ہے، انہوں نے درخواست کی ہے کہ آپ اس ہدیے کے سلسلے میں انہیں (گویا مختصر ہدیہ ہے، اس لیے) معذور سمجھیں۔

(اخرجه ابن عساكر في تاريخه في ترجمة: ابراهيم بن محمد بن طلحه بن عبيد الله ابو اسحاق القرشي التيمي: ۱۴۹/۷،۴۹۶)

عبرت ونصیحت

ابراہیم بن محمد کے رشتہ دار ابراہیم بن ہرمہ جب ان کے پاس اپنی ضرورت لے گئے، توانہوں نے اپنے خاندانی بھائی کا پر جوش استقبال کیا، اپنی اولادکوان کے استقبال اوراکرام کاحکم دیا، ان کے چلے جانے کے بعدان کے دیہات میں ان کے گھر تین سوبکریاں، ان کی دیکھ بھال کے لیے دوحبشی غلام، چالیس جوڑے کپڑے اور دوسودینار بھیجےاوران کے عادت وخیال کے اعتبار سے تھوڑی مقدار سمجھ کرمعذرت بھی پیش کی، کس قدرکشادہ قلبی ہے! ضرورت مندکااکرام بھی کیا، ان کی بہت بڑی امدادبھی کی، اس امدادکو کم سمجھ کرمعذرت بھی پیش کی۔

ضرورت مندکا اکرام، استقبال اوران کی حاجب روائی اوراحسان نہ جتلانا، بے رخی نہ کرناحسن اخلاق اوراعلی کردار کےلوگوں کاشیوہ ہے۔

واقعہ(۲)

عبداللہ بن محمد کہتے ہیں:

میرے والدنے فرمایا: جب حسن بن حسنؒ کی وفات ہوئی، جنازہ اٹھایا گیا،توان کے قرض خواہوں نے جنازے کوگھیرلیا،قرضے کے مقدار چالیس ہزاردرہم تھی، ابراہیم بن محمد بن طلحہؒ نے کہا: ان کا ساراقرضہ میرے ذمے ہے، (چناں چہ انہوں نے سارا قرضہ اداکیا)

ابراہیم بن محمد بخیل آدمی تھے؛ لیکن جب کوئی ناگہانی واقعہ پیش آتا،تواس وقت کشادہ دلی کامظاہرہ کرتے۔

(اخرجہ ابن عساکرفی ترجمۃ: ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ ابواسحاق القرشي التیمي: ۹۶، ۴، ۷/ ۱۴۹)

عبرت ونصیحت

چالیس ہزاردرہم ایک بڑی مقدار ہے، ابراہیم بن محمدؒ نے اپنے ماں شریک بھائی حسن بن حسن کے جنازے کوقرض خواہوں نے قبرستان لے جانے کی اجازت نہیں دی، توانہوں نے ساراقرضہ اداکیا۔

عباسی خلیفہ محمد بن عبداللہ مہدی

ان کا نام محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ اور کنیت ابوعبداللہ، ہے، مشہور عباسی خلیفہ ہارون رشید کے والد محترم ہیں، امیر المؤمنین مہدی کے نام سے مشہور ہیں۔

۱۲۷ھ میں ولادت ہوئی، والد محترم عبداللہ بن محمد جو خلیفہ منصور کے نام سے مشہور تھے، ان کی وفات کے دن ۱۵۸ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے، ۱۶۹ھ میں دس سال چند ماہ مسندِ خلافت پر متمکن رہنے کے بعد انتقال کر گئے، خلیفہ مہدی بہت ہی زیادہ سخاوت کرتے تھے، ان کے والد خلیفہ منصور کم خرچ کرنے اور جمع کرنے کے عادی تھے، جب یہ خلیفہ ہوئے، تو ناحق طریقے سے جو مال بیت المال میں جمع کیا گیا تھا، سارا مال حق داروں کو واپس کر دیا، خزانے میں جتنا مال جمع تھا، سارا رعایا، اقرباء اور ضرورت مندوں پر خرچ کر دیا۔

ایک مرتبہ عام دربار لگا ہوا تھا، ایک شخص رومال میں ایک جوتا لپیٹ کر لے آیا اور عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا ہے، خلیفہ مہدی نے اس جوتے کو لیا، بوسہ دیا، اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس شخص کو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا، جب وہ شخص درہم لے کر چلا گیا، تو خلیفہ مہدی نے حاضرین سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوتے کو دیکھا بھی نہیں ہوگا، چہ جائے کہ اس کو پہنا ہو، اگر میں اس کی تکذیب کرتا، تو وہ لوگوں سے کہتا پھرتا کہ میں نے خلیفہ کی خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا پیش کیا، انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کا انکار کر دیا، عوام میں اس طرح کی باتوں کو تصدیق کرنے والے زیادہ، تکذیب کرنے والے کم ہوتے ہیں، قوی کے مقابلے میں ضعیف کی مدد کرتے ہیں، خواہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو، اس لیے ہم نے اس کی زبان خرید لی، اس کے ہدیے کو قبول کیا، بظاہر اس کی بات کی تصدیق کی جو ہمارے لیے نہایت نفع بخش اور مفید تجارت ہے۔ (فوات الوفیات ۳/۴۰)

ابن خیاط مکی کہتے ہیں:

میں امیر المؤمنین مہدی کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کی تعریف میں چند اشعار سنائے، انہوں نے مجھے پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ:۹۸۹، ۲/۲۳۳)

مروان بن حفص کہتے ہیں:

میں امیر المؤمنین مہدی کی خدمت میں پہنچ کر اشعار سنانے لگا، جب پہلا شعر سنایا، تو خلیفہ مہدی نے معلوم کیا: کتنے اشعار ہیں؟ میں نے عرض کیا: ستر اشعار ہیں، انہوں نے مجھ سے فرمایا: تمہارے ہر شعر کے بدلے میں ایک ہزار درہم تمہارے لیے انعام ہے۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ:۹۸۹، ۲/۲۳۴)

خلیفہ مہدی ایک مرتبہ ''انبار'' (مغربی عراق کے علاقے) کی طرف سیر وتفریح کے لیے نکلے، ان کے وزیر ربیع ایک چمڑے کا ٹکڑا لے کر آئے، جس پر راکھ سے کچھ لکھا ہوا تھا اور مٹی کو راکھ میں گوندکر خلیفہ کی مہر چسپاں کی گئی تھی، ربیع نے کہا: امیر المؤمنین یہ چمڑا کا ٹکڑا، اس پر لکھی ہوئی، اس قدر عمدہ تحریر میں نے کبھی نہیں دیکھی، امیر المؤمنین ایک دیہاتی آیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ امیر المؤمنین کی تحریر اور مہر ہے، امیر المؤمنین سے میری ملاقات کرادو، خلیفہ مہدی ہنسا اور کہا: دیہاتی سچ کہتا ہے۔

گذشتہ رات ہم شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے، شکار کے دوران ساتھیوں سے میں بچھڑ گیا، صبح ہوئی، تو آسمان پر بادل اور سخت کہرا تھا، مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا، شدید بھوک و پیاس لگ رہی تھی، تھکان زیادہ تھی، سخت سردی ہو رہی تھی، میں نے ایک دعا پڑھی جو میرے باپ دادا کی طرف سے مجھے پہنچی تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلا بِاللّٰهِ، اعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ، لاحول ولا قوة إلا بالله العلي الْعَظِيمِ.

جو شخص اس دعا کو پڑھے گا، اس کی حفاظت اور اس کی ضرورت پوری کی جائے گی،

جلنے، ڈوبنے، ملبے کے نیچے دبنے اور بری موت سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔

مذکورہ بالا دعا کی برکت سے مجھے ایک خیمہ نظر آیا جس میں ایک دیہاتی آگ جلا رہا تھا، میں نے کہا: اے فلاں شخص! کچھ میز بانی کرو گے؟ اس نے کہا: ضرور تشریف لائیے، پھر اس نے مجھے ایک مشروب پلایا، جس میں پانی زیادہ، دودھ کم؛ لیکن نہایت عمدہ تھا، اس جیسا عمدہ مشروب میں نے کبھی نہیں پیا تھا، اپنی اہلیہ سے کہا: گیہوں لاؤ اور اس کا آٹا بناؤ۔

پھر اس دیہاتی نے مجھے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا دیا جس کو میں اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا، مجھے بہت اچھی اور گہری نیند آئی، کبھی اتنی مزے دار نیند نہیں آئی تھی، جب میں بیدار ہو، تو اس نے ایک بکری کے بچے کو ذبح کیا ہوا تھا، اس کی بیوی چلا رہی تھی کہ تم نے مجھے اور بچوں کو مار دیا، اسی بکری پر ہمارا گذر بسر تھا، میں نے کہا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اس نے کلیجی وغیرہ تیار کیا، آگ پر گوشت کو بھونا، میں نے کھانا کھایا اور کہا: تمہارے پاس کچھ کاغذ وغیرہ ہو، تو لے آؤ، میں کچھ لکھ کر دوں گا، ان کے پاس کچھ نہیں تھا، ایک چمڑے کا ٹکڑا لے کر آئے، چقماق کے پتھر سے چمڑے پر گوندھے ہوئے آٹے سے لکھا، اس پر راکھ ڈال دی اور اپنی مہر بھی اس پر لگا دی ہے، پھر کہا: میں نے اس دیہاتی کو پچاس ہزار درہم دینے کا ارادہ کیا تھا؛ لیکن اس چمڑے کے ٹکڑے پر پانچ لاکھ تحریر ہو گیا، میں لکھی ہوئی مقدار میں سے ایک درہم بھی کم نہ کروں گا، یہ کہہ کر اس دیہاتی کو پانچ لاکھ درہم دئے، وہ دیہاتی بہت مال دار ہو گیا، اس کے پاس اونٹ، بکریاں اور بہت ساری جائداد ہو گئی، ''انبار'' سے ''مکہ'' جانے کے راستے میں اس کا گھر (حجاج کے لیے) ایک مستقل منزل بن گیا جو ''منزل مضیف المھدی'' (مہدی کے میز بان کا گھر) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ: ۹۸۹، ۲/ ۲۳۵)

اس واقعے میں عرب دیہاتی کی بھی سخاوت کا ذکر ہے، نیز خلیفہ مہدی کی سخاوت بھی نمایاں ہے، اس کے علاوہ بے شمار نصائح وعبر اس واقعے میں موجود ہیں۔

امام دار قطنیؒ نے خلیفہ مہدی کے ایک واقعے کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

ابوخزیمہ باذغیسی کہتے ہیں:

امیر المؤمنین مہدی نے کہا: میرے پاس ضرورت مند و محتاج کی حاجت روائی کے لیے سب سے زیادہ محبوب وسیلہ اور ذریعہ یہ ہے کہ وہ ضرورت مند آدمی میرے کسی پرانے احسان کو یاد دلائے جو میں نے اس پر کیا ہے؛ تاکہ میں اس جیسا احسان وانعام دوبارہ کرسکوں اور احسان وانعام میں اضافہ کرسکوں۔

لأن منع الأواخر يقطع شكر الأوائل.

اس لیے کہ بعد کے لوگوں نہ دینا، پہلے لوگوں کو ناشکرا بنانے کا سبب ہوتا ہے (جس کی وجہ سے پہلے احسان وانعام کی بھی نا قدری ہو جاتی ہے)

(تاریخ بغداد ترجمہ:۹۸۹، ۲/ ۲۳۳)

عمارہ بن حمزہ ہاشمی

عمارہ بن حمزہ حضرت عکرمہ کی اولاد میں سے تھے، بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے، فصیح وبلیغ، سخی اور فیاض انسان تھے۔

ابراہیم بن داؤد کہتے ہیں:

کچھ لوگ اپنی قوم وقبیلے کے مصیبت میں مبتلا ہو جانے پر امداد کی سفارش کے لیے عمارہ بن حمزہ کے پاس آئے، وہ مجلس سے نکل چکے تھے، عمارہ بن حمزہ کے دربان نے ان لوگوں کے آمد اور ان کی ضرورت کی خبر دی، عمارہ بن حمزہ نے انہیں ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا، یہ لوگ دوبارہ عمارہ بن حمزہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی؛ تاکہ ان کا شکریہ ادا کیا جاسکے، عمارہ بن حمزہ نے اپنے دربان سے کہا: انہیں میرا سلام کہنا اور ان لوگوں سے کہو: میں نے براہ راست سوال کرنے کی ذلت ورسوائی کے بغیر ان کی ضرورت پوری کی ہے، اب شکر گذاری کے ذریعے انہیں شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ:۶۷۲۱، ۱۰/ ۲۰۵)

فضل بن یحییٰ کہتے ہیں:

ہارون رشید کے لیے ''اہواز'' کے اموال میں سے تیس لاکھ درہم کی ادائیگی میرے والد محترم کے ذمہ واجب الاداء تھی، خلیفہ ہارون رشید نے اپنے قاصد کو بھیجا کہ اگر آج عصر تک تمہارے ذمہ لازم رقم ادا کری جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ ایک شخص کو تمہارے پاس بھیجوں گا جو تمہارا سر لے آئے گا۔

میرے والد صاحب نے مجھ سے فرمایا:

بیٹا! ہم پر کیا پریشانی آپڑی ہے، تم دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم! تمہارے باپ کے پاس رقم کی ادائیگی کا انتظام نہیں ہے، اگر رقم ادا نہ کی گئی، تو تمہارے باپ کا خون ضائع ہو گا، لہٰذا تم عمارہ بن حمزہ کے پاس جاؤ، ہماری پریشانی بیان کر کے ان سے قرضہ لے آؤ،

اگر وہ دے دیں، تو جان بچ گی ورنہ جان جائے گی۔

فضل بن یحی کہتے: میں عمارہ بن حمزہ کے پاس گیا، حالات سنائے، انہوں نے بے رخی کا اظہار کرتے ہوئے کچھ جواب نہیں دیا، جب میں اپنے گھر پہنچا، تو دیکھا کہ مجھ سے پہلے ہی مطلوبہ رقم گھر پہنچادی گئی ہے۔(میرے والد صاحب نے وہ رقم ہارون رشید کو پہنچا کر جان بچالی ہے)

ایک عرصے کے بعد میرے والد صاحب کے پاس قرضے کی ادائیگی کا انتظام ہوا، تو والد صاحب نے مجھ سے فرمایا: بیٹا! اس سخی آدمی کو قرضہ ادا کردو اور ان کا شکریہ ادا کر کے آؤ، میں عمارہ بن حمزہ کے پاس گیا، انہوں نے غصے کے لہجے میں مجھ سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے والد صاحب کو درہم وزن کرنے کے لیے دیا تھا؟ (یعنی واپسی کی شرط کے ساتھ دیا تھا) یہ رقم تمہارے والد ہی کو واپس کر دو، میں رقم لے کر والد صاحب کے پاس حاضر ہوا، کارگزاری سنائی، والد صاحب نے کہا: بیٹا! تیس لاکھ درہم میں سے دس لاکھ درہم تم رکھ لو، بیس لاکھ درہم میرے لیے چھوڑ دو۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ:۶۷۲۱، ۲۰۶/۱۰)

امام دار قطنیؒ نے عمارہ بن حمزہ کے دو واقعات کو ذکر فرمایا ہے، پہلے واقعے سے خلیفہ عباسی مہدی کی سخاوت کا بھی پتا چلتا ہے نیز عمارہ بن حمزہ کی سخاوت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

واقعہ(۱)

فضل بن ربیع کہتے ہیں:

میرے والد ربیع فرماتے تھے کہ عمارہ بن حمزہ کی خدمت میں رہا کرو، ایک مرتبہ عمارہ بیمار ہو گئے، ان کے بارے میں خلیفہ مہدی قدرے بدگمان اور غلط رائے رکھتے تھے، میرے والد ربیع نے ایک دن خلیفہ مہدی سے عرض کیا: امیر المؤمنین! تمہارے غلام عمارہ بیمار ہیں، وہ اپنے کپڑے اور بستر بیچنے پر مجبور ہو گئے ہیں، خلیفہ مہدی نے کہا: مجھ سے غفلت ہوگئی، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر خستہ حالت میں مبتلا ہو گئے ہیں، پھر کہا: ربیع! عمارہ کے پاس پانچ لاکھ درہم لے کر جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ جس چیز کی تمہیں

ضرورت ہو، وہ مہدی کے پاس موجود ہے یعنی وہ تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔

میرے والد صاحب اسی وقت وہ درہم لے آئے اور مجھ سے کہا: یہ درہم تمہارے چچا عمارہ کے پاس پہنچا دو اور کہو: تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے، میں نے امیر المؤمنین کے پاس تمہاری تنگ دستی، کس مپرسی بیان کی ہے، امیر المؤمنین نے تمہاری حالت سے ناواقف ہونے پر معذرت کی اور تمہارے لیے یہ درہم بھیجے ہیں اور کہا ہے: ان کی جو ضرورت ہو، وہ پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں: میں عمارہ کے پاس حاضر ہوا، ان کا چہرہ دیوار کی طرف تھا، میں نے سلام کیا، انہوں نے کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: تمہارا بھتیجا فضل بن ربیع ہوں، انہوں نے کہا: خوش آمدید! پھر میں نے والد صاحب کی پوری بات سنائی، پھر انہوں نے کہا: بہت زمانے سے تم ہمارے پاس موجود ہو، اس پر میں کوئی انعام تمہیں دینا چاہتا ہوں، اس سے پہلے کبھی اس کا موقع نہیں ملا تھا، لہٰذا ان دراہم کو تم لے کر جاؤ۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں: عمارہ بن حمزہ کو کسی طرح کا کوئی جواب دینے سے مجھے ڈر لگا، خچر عمارہ کے گھر پر چھوڑ کر والد صاحب کے پاس آ گیا اور ان کو اس انعام وہدیے کی اطلاع دی اور عرض کیا: عمارہ سے واپس لینے کی درخواست کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، میرے والد صاحب نے فرمایا: ان دراہم کو لے لو، اللہ تمہیں برکت نصیب فرمائے، عمارہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جن سے واپس لینے کی درخواست کی جاسکے، فضل بن ربیع کہتے ہیں: یہ سب سے پہلا مال تھا جو میری ملکیت میں آیا۔

(اخرجہ الخطیب فی تاریخ بغداد فی ترجمۃ: عمارہ بن حمزہ، مولی بنی ہاشم: ۲۱:۶۷۲، ۱۰/ ۲۰۶)

عبرت ونصیحت

خود تنگ دستی وفقر میں مبتلا ہیں، انہیں کپڑے اور بستر فروخت کرنے کی نوبت آ گئی ہے؛ لیکن جو ایک طویل عرصے سے ان کی خدمت میں تھے، ان کا تعاون کیا۔

واقعہ (۲)

عبداللہ بن ابوایوب مکی کہتے ہیں:

ابوایوب مکی نے عمارہ بن حمزہ کی خدمت میں اپنے کسی لڑکے کو روانہ کیا، دربان نے ان کو عمارہ کے دربار میں پہنچایا، پھر قاصد کہتے ہیں: مجھے دربان نے ایک لٹکے ہوئے پردے کے قریب کیا اور کہا: پردے کے اندر داخل ہوجاؤ، میں پردے کے اندر داخل ہوا، تو دیکھا کہ عمارہ بن حمزہ دیوار کی طرف رخ کئے ہوئے لیٹے ہوئے ہیں، دربان نے مجھ سے کہا: عمارہ کو سلام کرو، میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب نہیں دیا، دربان نے کہا: اپنی حاضری کا مقصد بتاؤ، میں نے کہا: آپ کے بھائی ابوایوب مکی نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور انہوں نے کہا: ان پر ایک ایسا قرضہ ہے جو ان کو بوجھل کئے ہوئے ہے اور لوگوں سے روپوش ہونے پر مجبور کردیا ہے، روپوشی اور رسوائی نہ ہوتی، تو وہ خود حاضرِ خدمت ہوجاتے، لہٰذا تم امیر المؤمنین سے میرے قرضے کی ادائیگی کے متعلق بات چیت کرو۔

عمارہ بن حمزہ نے پوچھا: تمہارے والد کا قرض کتنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تین لاکھ درہم، عمارہ بن حمزہ نے کہا: کیا اتنی معمولی مقدار کے لیے میں امیر المؤمنین سے بات کروں؟ پھر کہا: اے غلام! تین لاکھ درہم ان کو اٹھا کردے دو، قاصد کہتے ہیں: عمارہ نے میری جانب دیکھا بھی نہیں، نہ انہوں نے مجھ سے کسی بات کا سوال کیا۔

(اخرجہ الخطیب فی تاریخہ فی ترجمۃ عمارۃ بن حمزۃ: ۲۱، ۶۷، ۱۰/۲۰۶)

عبرت و نصیحت

جس کی فطرت میں سخاوت ہوتی ہے، اس کو مال خرچ کرنے میں ذرہ برابر تردد نہیں ہوتا، بے دریغ مال خرچ کردیتا ہے، یہ اسی صورت میں ہوگا جب انسان خرچ کرنے کا عادی بن جائے، خرچ کرنے پر بدل ملنے کا یقین کامل ہو اور مال کی محبت دل میں نہ ہو۔

امام المغازی محمد بن عمر واقدیؒ

ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی مدینہ منورہ میں ۱۳۰ھ، ایک سوتیس ہجری میں پیدا ہوئے، صغارِ تابعین سے علم حاصل کیا ہے۔

معمر بن راشد، امام مالک، ثور بن یزید اور ابن جریج وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، واقدی سے ان کے مشہور شاگرد محمد بن سعد صاحب ''الطبقات الکبریٰ'' اور تاریخ طبری کے مصنف ابن جریر طبری نے اپنی کتابوں میں ان کے حوالے سے بکثرت واقعات کو ذکر کیا ہے، سیرت ومغازی اور ان سے متعلقہ احکام وتفصیلات کے ماہر ہیں۔

ان سب امور کے باوجود ان کی باتوں اور کتابوں میں رطب ویابس جمع ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: واقدیؒ کے علمی وسعت کے باجود علماء نے انہیں روایت حدیث میں نہایت ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔ (شذرات الذھب ۱/۲۰)

امام واقدی نے ۲۰۷ھ میں بغداد میں وفات پائی، ''مقبرۂ خیزران'' میں تدفین ہوئی۔

خلیفہ مامون کی طرف سے عہدۂ قضا پر فائز رہے، بڑے فیاض وسخی تھے۔

واقدیؒ فرماتے ہیں:

بادشاہِ وقت کی طرف سے میرے پاس چھ لاکھ روپے بطور نذرانہ آئے؛ لیکن اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوئی، یعنی زکوۃ واجب ہونے سے پہلے ہی وہ رقم خیرات کردی، جب واقدیؒ کا انتقال ہوا، تو وہ عہدۂ قضا پر فائز ہونے کے باجود ان کے پاس کفن کے لیے کپڑے میسر نہیں تھے، اس لیے کہ جو پیسہ کہیں سے آتا، فقراء وغرباء پر خرچ ہوجاتا، اس لیے خلیفہ مامون نے کفن روانہ کیا، مامون کا بھیجا ہوا کفن انہیں پہنایا گیا۔

(سیر اعلام النبلاء: ترجمہ: ۱۴۸۵، ۹/۱۵۷ تا ۱۶۶)

امام دار قطنیؒ نے واقدیؒ کے تین واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ(۱)

ابوزید عبدالرحمٰن بن حاتم مرادی کہتے ہیں:

مصر کے قاضی ہارون بن عبداللہ زہری نے بیان فرمایا: محمد بن عمر واقدی نے خلیفہ مامون کے پاس ایک خط لکھا جس میں قرض کی زیادتی، قرض کا بوجھ، بے صبری اور بے قراری کا تذکرہ کیا، مامون نے اس خط کے پشت پر لکھا:

تم ایک ایسے آدمی ہو جس میں دو خاص صفتیں پائی جاتی ہیں، پہلی صفت: سخاوت، دوسری صفت: حیا۔

صفتِ سخاوت نے جو کچھ تمہارے پاس تھا، اس کو خرچ کرا دیا، صفتِ حیا نے تمہاری پریشانی کو ہم تک پہنچانے سے تمہیں روک دیا، ہم نے تمہارے لیے اتنے اتنے (درہم کی ایک بڑی مقدار دئے جانے) کا حکم دے دیا ہے، اگر تمہاری ضرورت، ارادہ اور خواہش کے موافق ہم نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے، تو اپنی سخاوت میں مزید وسعت پیدا کیجئے، ہاتھ پھیلا کر دیجئے، اللہ تعالیٰ کے خزانے کھلے ہوئے ہیں، اگر تمہاری خواہش اور ضرورت کے بقدر ہم نے نہیں دیا ہے، تو تمہاری غلطی ہے (اخفائے حال) کی وجہ سے تمہاری مطلوبہ مقدار ادا نہیں ہو سکی ہے، (اس میں ہمارا قصور نہیں ہے)

جب آپ ہارون رشید کی طرف سے عہدۂ قضاء پر مامور تھے، اس وقت آپ نے محمد بن اسحاق عن انس کے واسطے سے حدیث سنائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا:

> **يا زبير! إن مفاتيح الرزق بازاء العرش، وقال المصري: (احد الرواة) ان باب الرزق مفتوح بازاء العرش، وقالا جميعا: ينزل الله تعالى للعباد، او الى العباد أرزاقهم على قدر نفقاتهم، فمن قلل، قلل له، ومن كثر، كثر له. (أخرجه الدارقطني وفي إسناده الواقدي عن محمد بن إسحاق عن الزهري بالعنعنة ولا يصح، المغنى عن حمل الاسفار، تخريج احاديث الاحياء، كتاب الذم والبخل: ١)**

اے زبیر! رزق کی کنجیاں عرش کے مقابل (سامنے) میں ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے: رزق کا دروازہ عرش کے مقابل میں کھلا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ بندوں کی جانب ان کے خرچ کرنے کے بقدر ان کا رزق نازل فرماتے ہیں، جو شخص (اہل وعیال، رشتہ دار، محتاج، مسکین، ضرورت منداور دیگر دینی ورفاہی امور میں) کم خرچ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اِس کے لیے رزق کم نازل فرماتے ہیں، جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے، اس کے لیے زیادہ رزق کا فیصلہ فرماتے ہیں اور زیادہ رزق نازل فرماتے ہیں۔

محمد بن عمر واقدیؒ فرماتے ہیں:

مذکورہ حدیث بیان کرنے کے بعد میں اس کو بھول گیا تھا، مامون کے عطیے اور ہدیے سے زیادہ اس حدیث کے یاد آجانے پر مجھے خوشی ہوئی۔

واقعے کے راوی قاضی ہارون بن عبداللہ فرماتے ہیں:

مجھے معلوم ہوا کہ ہدیے کی مقدار ایک لاکھ درہم تھی، گویا واقدی کو ایک بھولی ہوئی حدیث کا یاد آجانا، ایک لاکھ درہم کے ہدیے سے زیادہ محبوب ہے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمہ: محمد بن عمر واقدی: ۶۸۵۰، ۵۴/۴۶۵)

عبرت ونصیحت

محمد بن عمر واقدیؒ اس قدر سخی وفیاض تھے کہ ان سخاوت کی وجہ سے ان کے پاس جو کچھ تھا، وہ سب ضرورت مندوں کو دے دیا، اپنا مال ختم ہوگیا، لوگوں سے قرضے لے کر ضرورت مندوں پر خرچ کیا، لوگوں کی حوائج اور ضروریات کی تکمیل ان کے نزدیک اہم تھی۔

حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ نیک کاموں میں خرچ کرنے سے اللہ مال میں اضافہ فرماتے ہیں، نیک کاموں میں مال خرچ میں جو بخل سے کام لینے والے ہوتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان کے لیے عطاو بخشش کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے۔

محمد بن عمر واقدیؒ کے نزدیک حدیث کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا، ان کے نزدیک حدیث کی اہمیت تھی، درہم ودینار کی کوئی حیثیت نہیں تھی، ایک بھولی ہوئی حدیث کا یاد آجانا، انہیں ایک لاکھ درہم سے زیادہ قیمتی ومحبوب تھا۔

حضرت انسؓ کی مذکورہ حدیث کا حکم

حضرت انسؓ کی مذکورہ روایت کو واقدیؒ کی وجہ سے نہایت ضعیف قرار دیا دیا گیا گیا ہے، اس لیے کہ واقدی روایتِ حدیث میں ضعیف ہیں؛ لیکن مذکورہ مضمون بے شمار احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا:

أَنْفِقِي، وَلاَ تُحْصِي، فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلاَ تُوعِي، فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

(رواه البخاري، كتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها: ۲۵۹۱)

جمع جمع کر مت رکھو، خرچ کرو، گن گن کر مت رکھو کہ اللہ بھی گن گن کر تمہیں دیں گے (گن گن کر خرچ کرو گے، تو اللہ بھی تمہیں گن گن کر دیں گے)

وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ.

(رواه مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع: ۲۶۹۹)

اللہ اپنے بندے کی مدد و نصرت میں مشغول رہتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد و نصرت میں مشغول ہو۔

حضرت انسؓ کی مذکورہ حدیث کا معنی و مفہوم ان احادیث صحیحہ سے مؤید ہے، لہٰذا معنی کے اعتبار سے مضمون صحیح ہے۔

واقعہ (۲)

ابو عبداللہ واقدیؒ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ میں بہت ہی تنگ دستی میں مبتلا ہو گیا، عید قریب تھی، میں ہارون رشید کے وزیر یحی بن خالد برمکی کے ساتھ تھا، اس وقت خادمہ حاضر ہوئی اور عرض کیا: عید کا دن قریب آچکا ہے، ہمارے پاس عید منانے کے لیے کچھ بھی سامان نہیں ہے، میں نے میرے ایک تاجر دوست کے پاس خط لکھ کر اپنی ضرورت بتائی اور قرض مانگا، انہوں نے ایک سربمہر تھیلی دی جس میں بارہ سو درہم تھے، میں نے اس تھیلی کو لیا اور اپنے گھر واپس

آ گیا، گھر پہنچ کر تھوڑی دیر بھی نہیں گذری تھی کہ میرا ایک ہاشمی دوست میرے پاس آیا، تنخواہ کی تاخیر اور اپنی ضرورت کا اظہار کیا، میں اپنی اہلیہ کے پاس گیا اور ان کو پوری بات بتائی، اہلیہ نے کہا:

علی أي شيء عزمت؟

کیا ارادہ کیا؟

میں نے عرض کیا:

علی أن أقاسمه الکیس.

تھیلی میں موجود درہم دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ انہیں دے دوں۔

اہلیہ نے کہا:

ما صنعت شیئا، أتیت رجلا سوقة، فأعطاك ألفا ومئتي درهم، وجاءك رجل، له من رسول الله صلی الله علیه وسلم رحم ماسة تعطیه نصف ما اعطاك السوقة؟! ماهذا شیئا، أعطه الکیس کله.

تم نے کچھ نہیں کیا، بازار کے ایک عام آدمی نے تمہیں بارہ سو درہم دئے اور تم اس کا آدھا دینے کا ارادہ کر رہے ہو؟ حالاں کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آیا ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری ہے، ایک عام تاجر نے تمہیں جتنا دیا، اس کا آدھا دے رہو، درہم کی پوری تھیلی انہیں دے دو، اہلیہ کے کہنے پر میں نے اُس ہاشمی دوست کو درہم والی سر بمہر تھیلی سپرد کر دی۔

میرے اُس ہاشمی دوست کے ساتھ میرے تاجر دوست کی دوستی تھی، وہ دوست اُس ہاشمی کے پاس گیا اور قرض مانگا، ہاشمی نے بعینہ وہ تھیلی اُس تاجر دوست کے حوالے کی، تاجر دوست نے اس تھیلی اور اس کی مہر کو پہچان لیا، پھر وہ تاجر دوست میرے پاس آیا اور واقعہ سنایا۔

اس کے بعد یحی بن خالد کا قاصد میرے پاس آیا، یحی نے کہلا بھیجا کہ میں اَمیر المومنین کی خدمت میں لگا ہوا تھا، اس وجہ سے قاصد کو تمہارے پاس روانہ کرنے میں تاخیر ہوئی ہے۔ (لہٰذا تم میرے پاس آؤ)

چناں چہ میں سوار ہو کر یحی بن خالد کی خدمت میں حاضر ہوا، تھیلی والا واقعہ سنایا کہ ایک تھیلی کس طرح تین افراد کے پاس سے ہوتے ہوئے دوبارہ بھیجنے والے کے پاس ہی آ گئی، پھر یحی بن خالد نے خادم سے کہا: اے غلام وہ دینار لے آؤ، خادم نے دس ہزار دینار لے آیا، یحی بن خالد نے مجھ سے فرمایا: تم دو ہزار دینار لے لو، دو ہزار دینار تمہارے تاجر دوست کو دے دو، دو ہزار دینار تمہارے ہاشمی دوست کو دے دو اور چار ہزار دینار (دوسروں کی بنسبت دگنا ہدیہ) تمہاری اہلیہ کو دے دو؛ کیوں کہ وہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی ہے۔ (رواہ ابن عساکر فی ترجمۃ محمد بن عمر واقد: ۶۸۵۰، ۴۶۶/۵۴، تاریخ بغداد فی ترجمۃ محمد بن عمر بن واقد ابوعبداللہ الواقدی: ۱۲۰۳)

عبرت و نصیحت

ایثار و احسان کا بدلہ بہت جلد مل جاتا ہے، لہٰذا اپنوں اور پرایوں کے ساتھ احسان و ایثار کا معاملہ کرنا چاہئے، مذکورہ واقعے میں تاجر دوست خود ضرورت مند تھا، اس کے باجود واقدیؒ کی ضرورت اہم سمجھ کر ان کو قرض دیا، واقدیؒ کے گھر میں تنگ دستی تھی، اس کے باجود انہوں نے ہاشمی دوست کو وہ تھیلی ان کی ضرورت کی وجہ سے دے دی، ہاشمی دوست نے تاجر دوست کی ضرورت اہم سمجھتے ہوئے وہ تھیلی ان کے سپرد کردی، سب نے ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا معاملہ کیا۔

لہٰذا دوستوں کو ایک دوسرے کا معاون، خیر خواہ اور ضرورت کے وقت تعاون کرنے والا بننا چاہئے، تنگی اور پریشانی کے موقع پر ہی مخلص اور غیر مخلص دوست کی پہچان ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں حضرات صحابہ کرام کی ایثار و ہم دردی کو سراہتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۜ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ۝۹. (الحشر:۹)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین کو اموال فیئ وغیرہ میں سے جو کچھ عنایت

کریں، اسے دیکھ کر انصار تنگ دل نہیں ہوتے، نہ حسد کرتے ہیں؛ بلکہ خوش ہوتے ہیں، نیز انصار ہر اچھی چیز میں مہاجرین کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی ان کو بھلائی پہنچا سکیں، تو دریغ نہیں کرتے، ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کس قوم نے کس کے لیے دکھلایا ہے؟ (تفسیر فوائد عثمانی، سورۃ الحشر: ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کے گھر رات کو کوئی مہمان آ گیا، ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ یہ خود اور ان کے بچے کھا سکیں، انھوں نے اپنی بیوی سے فرمایا: بچوں کو کسی طرح سلا دو اور گھر کا چراغ گل کر دو، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر برابر میں بیٹھ جاؤ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں؛ مگر ہم نہ کھائیں؛ تا کہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ الترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ الحشر: ۳۳۰۴)

عورتوں کو دینی امور میں اپنے شوہر کا معاون و مددگار رہنا چاہئے۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

لو علمنا ای المال خیر، فنتخذه؟

اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کونسا مال افضل ہے؟ تو ہم اس کو اختیار کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

افضله لسان ذاکر، و قلب شاکر، و زوجة مؤمنة تعينه علی ایمانه.

(رواه الترمذی عن ثوبان فی سورة التوبة: ٣٠٩٤)

بہترین مال: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو دینی امور میں شوہر کا تعاون کرنے والی ہو۔

شوہر دینی کاموں میں وقت اور مال خرچ کرنا چاہتا ہے، رشتہ دار اور مہمانوں کا اکرام کرنا چاہتا ہے، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہے، تو ان تمام باتوں میں شوہر کا ساتھ دے، ہر دینی کام میں شوہر کے شانہ بشانہ چلے؛ بلکہ دینی امور میں بیوی کو ایک قدم آگے رہنا چاہئے، کسی بھی اعتبار سے رکاوٹ نہ بنے؛ بلکہ شوہر کی معاون و مددگار بنے۔

عباسی وزیر یحی بن خالد برمکی

نام یحییٰ بن خالد بن برمک، ابوعلی کنیت، عباسی خلیفہ مہدی کے وزیر خاص تھے، نہایت عقل مند، صاحبِ رائے، فصیح وبلیغ انسان تھے، شریف وسخی تھے، خلیفہ مہدی نے اپنے بیٹے ہارون رشید کو ان کے سپرد کر دیا تھا؛ تاکہ انہیں تعلیم، تربیت، تہذیب، سلیقہ مندی اور امورِ مملکت سے آراستہ کریں، ان کی اہلیہ نے اپنے بیٹے فضل بن یحی کے ساتھ ہارون رشید کو دودھ پلایا، ان کی تربیت کی، جب ہارون رشید خلیفہ ہوئے، تو اپنے رضاعی باپ کی خوب قدر و تعظیم کی، امورِ مملکت میں ان سے رائے ومشورہ کرتے تھے، ہارون رشید جب یحی بن خالد کی کوئی بات پیش کرتے، تو کہتے: میرے باپ یحی بن خالد نے فرمایا۔

ایک زمانے کے بعد ہارون رشید برامکہ سے بدظن ہوگئے، جس کے بعد انہوں نے رضاعی باپ یحی بن خالد کو قید کر دیا، رضاعی بھائی جعفر کو قتل کرا دیا، یحی قید کی حالت ہی میں ۱۹۰ھ میں مقام ''رافقہ'' میں وفات پائی، ان کے بیٹے فضل بن یحی نے نماز جنازہ پڑھائی، نہر ''فرات'' کے کنارے تدفین عمل میں آئی۔

وزیر عباسی یحی بن خالد بہت ہی سخی تھے، اپنی سخاوت سے کئی لوگوں کی جان بچائی، وہ کہا کرتے تھے: جب دنیا تمہارے پاس آئے، تو خرچ کرو، اس لیے کہ وہ تمہارے پاس باقی نہیں رہے گی، جب دنیا تمہارے پاس سے جانے لگے، تب بھی خرچ کرو؛ کیوں کہ وہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ملخص، ترجمہ: ۷۴۶۰، ۱۲/ ۱۳۷)

یحی بن خالد مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہؒ کی خدمت میں ہر ماہ ایک ہزار درہم ہدیہ بھیجا کرتے تھے، سفیان بن عیینہؒ سجدے کی حالت میں یحی بن خالد کے لیے دعا کرتے تھے: اے اللہ! یحی نے میری دنیا کی ضروریات پوری کی ہے، اے اللہ! تو ان کی آخرت کی ضروت پوری فرمادے، یحی بن خالد کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب

دیا: اللہ نے سفیان بن عیینہؒ کی دعا کی برکت سے میری مغفرت فرمادی۔
(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی، ترجمہ: ۱۰۴۲، ۹/۱۹۱)

اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں:

یحی بن خالد جب کسی جگہ سوار ہوکر جاتے، راستے میں ان سے کوئی ضرورت مند ملاقات کرتا، تو اس کے لیے دوسو درہم دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان سے ایک شاعر ادیب نے راستے میں ملاقات کی، تین اشعار ان کی خدمت میں پیش کئے، جس کا مطلب یہ تھا یہ دوسو درہم مجھ جیسے شخص کے لیے کافی نہیں ہیں، جلد بازی میں دی جانے والی یہ معمولی رقم ہے، یحییٰ بن خالد نے کہا: تم نے بالکل سچ کہا، پھر اس شخص کو گھر لے گئے اور بیس ہزار درہم دئے۔ (تاریخ بغداد ملخص، ترجمہ: ۷۴۶۰، ۱۲/۱۳۷)

امام دارقطنیؒ نے ان کی سخاوت کے دو واقعات کو نقل فرمایا ہے۔

واقعہ (۱)

ابوعبداللہ واقدیؒ کہتے ہیں:

میں مدینہ منورہ میں گیہوں فروخت کرتا تھا، لوگوں کے ایک لاکھ درہم میرے پاس بطور مضاربت موجود تھے، کاروبار میں گھاٹا ہوگیا، درہم ضائع ہوگئے، میں تیزی سے عراق گیا اور ہارون رشید کے وزیر یحی بن خالد برمکی سے ملاقات کا ارادہ کیا، ان کے دہلیز پر جاکر بیٹھ گیا، خدام اور دربانوں سے انسیت پیدا کی، میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے یحی بن خالد کے پاس پہنچادیں، ان لوگوں نے کہا: جب یحی بن خالد کے پاس کھانا پیش کیا جاتا ہے، تو کسی کو بھی ان کے پاس جانے سے منع نہیں کیا جاتا، ہم اُس وقت یحی بن خالد سے تمہاری ملاقات کرادیں گے، جب کھانے کا وقت ہوا، تو مجھے اندر لے گئے اور یحی کے ساتھ دسترخوان پر بٹھادیا، یحیٰ نے مجھ سے پوچھا:

تم کون ہو؟ تمہارا کیا معاملہ ہے؟

میں نے سارے حالات سنائے۔

جب دسترخوان اٹھالیا گیا، ہاتھوں کو دھویا، میں یحی بن خالد کے قریب ہوا؛ تاکہ

ان کی پیشانی کو بوسہ دوں، تو انہوں نے بے رخی کی اور کچھ ناگواری کا اظہار کیا، جب سواریوں کی جگہ (پارکنگ) میں پہنچا، تو یحی کا ایک خادم ایک تھیلی میرے پاس لے آیا جس میں ایک ہزار دینار تھے اور خادم نے کہا: وزیر صاحب نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور کہا ہے: اپنے مسئلے کے حل کرنے میں اس رقم کا استعمال کرو، کل دوبارہ ہمارے پاس آؤ، میں نے وہ دینار والی تھیلی لی اور واپس ہوگیا۔

دوسرے دن حاضر خدمت ہوا، یحی بن خالد کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا، پہلے جس طرح اور جو سوالات کئے تھے، وہی سوالات دوبارہ کئے، میں نے وہی جوابات دئے، جب دسترخوان اٹھالیا گیا، تو میں وزیر صاحب کے قریب پہنچا؛ تاکہ ان کی پیشانی کو بوسہ دوں، انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا، جب میں پارکنگ میں گیا، تو پیچھے سے ایک خادم آیا، اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے، اس نے کہا: وزیر صاحب نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے: اس رقم کو اپنی ضروریات میں استعمال کرو، کل دوبارہ ہماری خدمت میں آؤ، میں اپنی رہائش گاہ آگیا۔

تیسرے دن یحی بن خالد کی خدمت میں دسترخوان پر پہنچ گیا، تیسرے دن بھی اسی طرح اتنی ہی مقدار میں مجھے دینار دئے گئے، جب چوتھا دن ہوا، تو اسی طرح مجھے دینار کی تھیلی دی گئی، جیسے پہلے دی گئی تھی، اس وقت وزیر کی پیشانی کا بوسہ لینے دیا گیا اور یحی نے کہا: میں نے پیشانی کا بوسہ لینے سے ابتداءً منع کیا، اس لیے کہ میری طرف سے تمہیں کوئی احسان وانعام نہیں دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے بوسہ لینے کی گنجائش ہو، اب میری طرف سے کچھ انعام مل گیا ہے، اب پیشانی کا بوسہ لینے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

پھر یحی نے کہا: اے خادم! واقدی کو فلاں گھر دے دو، فلاں قالین بچھا دو، انہیں دولاکھ درہم دو، ایک لاکھ درہم سے وہ اپنا قرضہ ادا کریں اور ایک لاکھ درہم سے اپنی زندگی کو بہتر بنا سکیں، پھر میری طرف مخاطب ہوکر کہا: میرے ہی قریب رہو اور میرے گھر میں رہو، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ عالی جناب وزیر صاحب کی عزت دوبالا کرے اگر آپ مجھے اجازت دیں، تو میں مدینہ منورہ جاؤں اور لوگوں کے قرضے ادا کرکے آپ

کے پاس حاضر ہوجاؤں ،اس صورت میں میرے لیے سہولت ہوگی،وزیر صاحب نے اجازت دے دی اور سفر کا سامان تیار کروایا، میں مدینہ پہنچا اور اپنا قرضہ ادا کیا، پھر یحییٰ بن خالد کے پاس آ گیا،اس کے بعد سے ان ہی کے پڑوس میں قیام پذیر رہا۔

(تاریخ بغداد فی ترجمۃ محمد بن عمر واقد ابوعبداللہ الواقدی: ۳۴۹۲، ۵/ ۳۲۲، ورواہ ابن عساکر فی ترجمۃ محمد بن عمر واقد: ۶۸۵۰، ۵۴/ ۴۵۹)

عبرت ونصیحت

یحی بن خالد برمکی کا دسترخوان اتنا وسیع تھا کہ کوئی بھی شخص حاضر ہوکر کھانا کھا سکتا تھا، کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

ایک نو وارد شخص دسترخوان پر آیا ہے ،ہر دن ایک ہزار دینار دئے، چوتھے دن قالین لگا کر اکرام کیا، رہنے کے لیے گھر دیا،قرض کی ادائیگی اور زندگی کو بہتر بنانے کے نام پر دو لاکھ درہم مزید دئے۔

واقعہ (۲)

سعید بن سالم کہتے ہیں:

یحی بن خالد نے محمد بن ابراہیم بن حبیب فزاری صاحبِ ’’قصیدۃ النجوم‘‘ کو مصر کے قاضی عمرو بن غیلان کے پاس روانہ کیا اور ایک خط لکھا کہ ان کے حق اور قدر کو پہچانو، اس کے موافق ان کی عزت وتکریم کرو،عمرو بن غیلان نے (مصر کے ایک شہر) ’’فیوم‘‘ کے ایک خاص قسم کے پودے (جس کا رنگ نیلا،آدھا میٹر لمبا اور خوب صورت پودا ہوتا ہے،معتدل علاقوں میں اس کی کاشت کی جاتی ہے،اس کے ریشوں سے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں) ساٹھ ہزار گٹھر خریدے، پھر ایک دینار فائدہ رکھ کر ان کو فروخت کر دیا، جتنا فائدہ ہوا (یعنی ساٹھ ہزار دینار) یحی بن خالد کے پاس لے آئے اور یحی بن خالد کے احترام میں اپنی طرف سے دس ہزار دینار کا اضافہ کیا، یحی بن خالد نے یہ ساری رقم یعنی ستر ہزار دینار فزاری کو دے دیا۔

عبرت ونصیحت (۱)

محمد بن ابراہیم بن حبیب فزاری علم نجوم،علم ریاضی اور علمِ فلکیات وہیئت کے بڑے عالم وماہر انسان تھے،متعدد زبانوں میں مہارت حاصل کی جن میں سے ہندوستانی زبان سنسکرت بھی شامل ہے، ہندوستانی علم ہیئت سے استفادہ کیا،عربی زبان میں اس کا ترجمہ بھی کیا،خلفائے بنوعباسیہ نے ان کے علم وفن کی قدر کی،ان سے علم فلکیات میں خدمات حاصل کیں اوران کوعزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا،ان کا مشہور قصیدہ ہے جو’’قصیدۃ النجوم‘‘ کے نام سے مشہور ہے جس کے ابتدائی اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

الحمد لله العلي الأعظم ۞ ذي الفضل والمجد الكبير الأكرمِ
الواحد الفرد الجواد المنعم ۞ الخالق السبْع العلى طباقاً
والشمس يجلو ضوؤها الإغساقا ۞ والبدر يملا نورُه الآفاقا

عبرت ونصیحت (۲)

یحییٰ بن خالد نے محمد بن ابراہیم فزاری کے علم وہنر کی قدر کرتے ہوئے ستر ہزار دینار کی صورت میں ان کی خدمت میں نہایت بڑاانعام وہدیہ پیش کیا،اہل ثروت واغنیاء کو چاہئے کہ وہ اہل علم ودانش کی قدر کریں اوراپنی حلال کمائی سے ان کی خدمت میں ہدایا پیش کریں؛تاکہ وہ لوگ بےفکر ہوکراپنی خدمات انجام دے سکیں۔

۞--۞--۞

عباسی وزیر جعفر بن یحی بن خالد برمکی

ابوالفضل جعفر بن یحی بن خالد برمکی نے حضرت امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا، جعفر برمکی ہارون رشید کے نہایت معتبر، بااثر اور بلند رتبے والے وزیر تھے، خوش اخلاق، ملن سار، فصیح وبلیغ اور نہایت سخی وفیاض انسان تھے، آخری زمانے میں ہارون رشید اُن سے خفا ہوگئے، ان کو قید کر دیا، پھر قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا، اس کے بعد برامکہ کا زوال بھی شروع ہوگیا۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ: ۳۶۰۵، ۴۱۶/۵)

احمد بن جنید جعفر برمکی کے مخصوص لوگوں میں شامل تھے، اس وجہ سے ضرورت مند لوگ احمد بن جنید کے پاس اپنی حوائج وضروریات کی درخواستیں پہنچاتے؛ تاکہ وہ جعفر برمکی سے ان کی ضروریات کی تکمیل کرا سکیں، احمد بن جنید کو جعفر برمکی سے تنہائی میں ملاقات کا موقع نہیں مل رہا تھا، ایک دن موقع ملا، تو انہوں نے جعفر سے کہا: ضرورت مندوں کی درخواستیں میرے پاس بہت جمع ہوگئیں ہیں، آپ بہت مصروف انسان ہیں، آج تھوڑی فرصت ملی ہے، اگر مناسب سمجھیں، تو ان درخواستوں پر ایک نظر ڈال لیں، انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، آج تم میرے پاس قیام کرو، دوسرے دن ناشتے کے بعد احمد بن جنید نے وہ درخواستیں پیش کیں، انہوں نے کہا: اس وقت یہ درخواستیں؟ آج ان درخواستوں کو رہنے دیجئے۔

چند دن بعد احمد بن جنید نے انہیں یاددہانی کرائی، انہوں نے پھر سے وعدہ کیا، آج تم میرے پاس رک جاؤ، وہ رک گئے، تین دن رکے رہے، جعفر کو فرصت نہیں ملی، تیسرے دن رات کے وقت یاد دلایا، جعفر نے کہا: اب سو جاتے ہیں، پھر دیکھیں گے، چوتھے دن صبح سویرے احمد بن جنید کے بیدار ہونے سے پہلے ہی اپنے خادم سے کہا: احمد بن جنید کے موزے کو (جس کو بیگ کے طور پر استعمال کیا تھا) لے آؤ، خادم لے آیا، جعفر برمکی نے ہر درخواست پر صاحبِ درخواست کے مطابق حکم لکھ کر اپنی دستخط کر دی، احکام جاری کر دئے، پھر ان درخواستوں کو جوں کا توں احمد بن جنید کے موزے میں رکھ دیا گیا، احمد بن جنید کو اس کارروائی کی بالکل خبر نہیں تھی، انہوں نے ایک دن اپنے کاتب

سے کہا: میرے موزے میں رکھی ہوئی درخواستیں بوسیدہ ہوگئیں ہیں، انہیں دوسری پرچیوں میں اسی کے موافق لکھ دو، جب درخواستیں دیکھی گئیں، تو معلوم ہوا کہ ان درخواستوں کے موافق احکام جاری کردئے گئے ہیں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہوچکی ہے، احمد بن جنید کو بالکل خبر بھی نہیں ہوئی، انہیں جعفر برمکی کی سخاوت پر بہت تعجب ہوا۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ:۳۶۰۵، ۵/۴۱۷)

ہارون رشید نے جب اپنے وزیر جعفر برمکی کو قتل کرا کر سولی پر چڑھادیا، رقاشی شاعر نے ان کی نعش پر کھڑے ہوکر ایک لمبا مرثیہ پڑھا، ہارون رشید کو اس کی خبر ہوئی، تو انہوں نے رقاشی شاعر کو گرفتار کرلیا اور ان سے باز پرس کی، تم نے ان کی نعش پر مرثیہ کیوں پڑھا؟ انہوں نے کہا: ان کے احسانات نے مجھے ان کا مرثیہ پڑھنے پر مجبور کردیا، ہارون رشید نے پوچھا: جعفر تمہیں کتنا عطیہ وہدیہ دیتے تھے؟ رقاشی نے کہا: ہر سال ایک ہزار دینار دیتے تھے۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ:۳۶۰۵، ۵/۴۲۰)

۱۸۷ھ میں جعفر بن یحی کے قتل اور برامکہ کے مصائب وآلام کی خبر حضرت سفیان بن عیینہؒ کو ہوئی، تو انہوں نے اپنا چہرہ قبلے کی طرف کیا اور دعا کی: اے اللہ! جعفر نے میری دنیا کی کفایت کی، تو ان کی آخرت کی کفایت فرمادے۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ:۳۶۰۵، ۵/۴۲۰)

امام دار قطنیؒ نے جعفر بن یحی کے تین واقعات کو ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ(۱)

ابو محمد عبداللہ بن علی کہتے ہیں:

جب برامکہ کے خزانوں پر قبضہ کیا گیا، تو جعفر بن یحی کے خزانے میں ایک گھڑا ملا، جس میں ایک ہزار دینار تھے، ہر دینار میں سو دینار تھے (یعنی ایک دینار سو مثقال کا بنا ہوا تھا، سیر اعلام النبلاء: برمکی)، ہر دینار کے ایک حصے میں مندرجہ ذیل اشعار کندہ تھے۔

وَأَصْفَرَ مِنْ ضَرْبِ دَارِ الْمُلُوكِ   يَلُوحُ عَلَى وَجْهِهِ جَعْفَرُ
يَزِيدُ عَلَى مِائَةٍ وَاحِدًا   مَتَى تُعْطِهِ مُعْسِرًا يُوسِرُ

بادشاہوں کے گھروں پر جو سنہرا پن ہوتا ہے، اس سے زیادہ یہ دینار سنہرے ہیں،

جن کے او پر جعفر (کا کارنامہ) چمک رہا ہے۔

ایک دینار ایک سو دینار سے زیادہ قیمتی ہے، جب اس دینار کو آپ کسی تنگ دست کو دیں، تو وہ وسعت والا ہو جائے گا۔ (رواہ الخطیب فی ترجمۃ جعفر بن یحی: ۳۶۰۵، ۵ / ۲۱۶، وابن عساکر فی تاریخ مشق فی ترجمۃ: جعفر بن يحيي بن خالد بن برمک ابوالفضل البرمکي: ۹۸۳۴، ۲ / ۱۸۰)

واقعہ (۲)

ابوعبدالرحمٰن مؤدب کہتے ہیں:

جعفر بن یحی نے دینار بنانے کا حکم دیا، ایک دینار میں تین سو مثقال سونا لگانے اور اس دینار پر اس کی تصویر کندہ کرنے کا حکم دیا، جعفر کے حکم کے موافق دینار تیار کئے گئے، یہ خبر مشہور شاعر ابوالعتاہیہ کو پہنچی، اس نے ایک طبق لیا، اس میں چند تحفے رکھ کر جعفر کی خدمت میں روانہ کیا اور ایک پرچی لکھی جس میں یہ اشعار لکھے

وأصفر من ضرب دار الملوكُ　　　يلوح على وجهه جعفر

بادشاہوں کے گھروں پر جو سنہرا پن ہوتا ہے، اس سے زیادہ یہ دینار سنہرے ہیں، جن کے او پر جعفر (کا کارنامہ) چمک رہا ہے۔

ثلاث مئين يكن وزنه　　　متىٰ يلقه معسر يوسر

ایک دینار کا وزن تین سو دینار کو چھپائے ہوئے ہے، جب اس کو کوئی تنگ دست پائے گا، تو وہ صاحبِ وسعت ہو جائے گا۔

جعفر بن یحی نے اس طبق میں موجود تحائف قبول کرنے کا حکم دیا، مخصوص طریقے پر جو دینار ڈھالے گئے تھے، ان میں سے ایک دینار اس طبق میں رکھ کر ابوالعتاہیہ کو واپس کیا۔ (رواہ الخطیب فی ترجمۃ جعفر بن یحی البرمکی: ۳۶۰۵، ۵ / ۲۱۷، وابن عساکر فی تاریخ مشق ترجمۃ: ۹۸۳۴، ۲ / ۱۸۱)

واقعہ (۳)

محمد بن عبداللہ بن طہمان کہتے ہیں:

میرے والد طہمان نے کہا: عجیب وغریب واقعات بیان کرنے والے ابوعلقمہ

ایک رات جعفر بن یحی کے پاس قصہ گوئی کرر ہے تھے، اچانک ایک چمگادڑ ان کے پاس آئی ،ابوعلقمہ نے کہا: کیا یوں کہانہیں جاتا ہے کہ چمگادڑ جب کسی آدمی کے پاس آتی ہے تو اس شخص کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے؟ حاضرین نے کہا: ہاں یقیناً اس طرح کی بات کہی جاتی ہے۔

جعفر بن یحی نے اپنے غلام سے کہا:

اے غلام! ابوعلقمہ کو ایک ہزار دینار دو، پھر اس چمگادڑ کو لوگوں نے ابوعلقمہ کے پاس سے ہٹادیا، وہ چمگادڑ دوبارہ ابوعلقمہ کے پاس آگئی، جعفر بن یحی نے دوبارہ کہا: اے غلام! ابوعلقمہ کو ایک ہزار دینار دو، پھر لوگوں نے ابوعلقمہ کے پاس سے اس چمگادڑ کو ہٹادیا، وہ چمگادڑ دوبارہ ابوعلقمہ کے پاس آگئی، پھر اس نے کہا: اے غلام! ابوعلقمہ کو دو ہزار دینار دو، غلام نے دو ہزار دینار دے دئے۔

پھر ابوعلقمہ نے ابن ابی حفصہ نے معن بن زائدہ کے لیے جو مرثیہ کہا تھا، اس مرثیہ کو جعفر بن یحی کو سنایا۔

كأن الشمس يوم أصيب معن　　　من الإظلام ملبسة جلالا

جس دن معن کی وفات ہوئی، گویا اس دن سورج پر تاریکی ایسی چھا گئی جیسے جانور کے منہ پر جھول پہنا دیا گیا ہو۔

یعنی معن کی وفات پر سورج بھی سوگ منایا، گویا سورج کی روشنی اس طرح چھپ گئی، جیسے جانور کا منہ جھول پہنا دینے سے چھپ جاتا ہے۔

جعفر کو مذکورہ بالا شعر پسند آیا، تو ابوعلقمہ کو مزید دس ہزار درہم دئے۔ (اخرجہ الخطیب فی تاریخ بغداد فی ترجمۃ: جعفر بن یحیی بن خالد ابوالفضل البرمکي: ۳۶۰۵، ۵/ ۴۱۷)

عبرت ونصیحت

شریف اور سخی انسان محض ظاہری مروت پر بھی بے پناہ انعام وہدایا دے دیتا ہے، اس کے نزدیک تحقیقِ حال کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی؛ بلکہ ضرورت مند یا کسی طالب کی خواہش وامید پر ہی دے دیتا ہے۔

عباسی وزیر فضل بن یحی بن خالد برمکی

فضل بن یحی خلیفہ ہارون رشید کے رضاعی بھائی تھے، ۱۴۷ھ میں ان کی پیدائش ہوئی، فضل کی والدہ نے اپنے بیٹے فضل اور ہارون رشید کو ایک ساتھ دودھ پلایا۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۷۸۲، ۱۰/۲۴۶)

فضل بن یحی اپنے بھائی جعفر بن یحی سے زیادہ کشادہ دست وسخی تھے؛ البتہ ترش رو اور متکبرانہ مزاج کے حامل تھے، فضل بن یحی نے ایک مرتبہ اپنے باورچی غلام کو ایک لاکھ درہم بطور انعام وہدیہ دیا، ان کے والد یحی کو اس کی اطلاع ملی، تو انہوں نے اپنے بیٹے کو برا بھلا کہا، فضل نے کہا: اس باورچی غلام نے ایک مدت میری خدمت کی ہے، میرے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کا معاملہ کیا، اس لیے میں نے اتنی بڑی رقم ان کو دی ہے۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ: ۶۷۸۲، ۱۰/۲۴۶)

ایک مرتبہ فضل بن یحی نے عمر تمیمی کو ساٹھ ہزار دینار دئے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: ۱۳۴۲، ۷/۵۲۸)

امام دارقطنیؒ نے فضل بن یحی کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ: ہاشم بن ناجور کہتے ہیں:

شہر ''بلخ''، میں فضل بن یحی کا گذر عمرو بن جمیل تمیمی کے پاس سے ہوا، عمرو اپنے خیمے میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے، فضل بن یحی ان کے پاس رکے نہیں، نہ ان کو سلام کیا (ویسے ہی گذر گئے)، عمرو تمیمی کو دلی تکلیف پہنچی (کہ فضل بن یحی کا گذر رے، انہوں نے مجھے سلام تک نہیں کیا اور آگے نکل گئے) جب فضل بن یحی نے ایک منزل پر پڑاؤ کیا، تو کہا: ہمیں عمرو بن جمیل کی مروت اور سخاوت پر ان کا تعاون کرنا چاہئے، پھر انہوں نے دس لاکھ دینار ان کی خدمت میں روانہ کئے۔

(اخرجہ الخطیب فی تاریخ بغداد فی ترجمۃ: الفضل بن یحیي بن خالد البرمکي: ۶۷۸۲، ۱۰/۲۴۷)

ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس المعروف بالامام

نام ابراہیم بن محمد اور کنیت ابواسحاق ہے،ان کے والد محمد بن علی نے لوگوں کو خلافت بنوعباسیہ کی دعوت دی، اپنے بعد اپنے لڑکے ابراہیم کو اس دعوت وخلافت کی ذمہ داری سونپی، ابراہیم بن محمد لوگوں سے امام کے نام پر بیعت لیتے تھے، لوگوں کو امام کی بیعت کی دعوت دیتے تھے اور امام سے اپنی ذات مراد لیتے تھے، اس وجہ سے لوگوں کے درمیان ''امام'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

۸۷ھ میں ولادت ہوئی، ''حمیمہ'' عمان کے علاقے میں قیام پذیر تھے، ان کے والد خلافتِ بنوعباسیہ کے داعی تھے، ان کے پاس ''خراسان'' کے لوگوں کی آمد ورفت رہتی تھی، مروان بن حکم کو اس کی اطلاعات ملیں، اس نے ابراہیم بن محمد کو قید کرا کے، ۱۳۱ھ میں قتل کرا دیا۔

ایک مرتبہ ابراہیم بن محمد مدینہ آئے، حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی، فقر وفاقے کی شکایت کی، ابواسحاق نے کہا: میں حالتِ سفر میں ہوں، میرے پاس زیادہ مقدار میں مال نہیں ہے، تھوڑا مال تمہارے لیے کافی نہیں ہے، پھر خادم سے کہا: ہمارے زادِراہ میں سے جو نفقہ بچا ہوا ہے، وہ دے دو، ایک اونٹ اور ایک خادم بھی دے دو، پھر اس بوڑھی عورت سے کہا: اس بخشش وعطا میں تم مجھے معذور سمجھو، اس بوڑھی عورت نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ آخرت میں تمہیں خوب اجر دے، دنیا میں تمہارا مقام اور تمہاری شان بلند کرے، حساب کے دن تمہارے گناہ معاف کرے، تم ایسے ہی ہو جیسے:

ام جمیل بنت حرب نے کہا:

اپنے خاندان اور قبیلے کے ساتھ دیہات اور شہر میں حسنِ سلوک کرنے والا ہے، حوادث، سفر اور حضر میں اپنے خاندان و قبیلے کی مدد کرنے والا ہے۔

وہ عورت ابراہیم بن محمد کو بے شمار دعائیں دیتی ہوئیں، رخصت ہوگئیں۔

(تاریخ بغداد، ترجمہ: ۲۰۸/۷،۵۰۷)

امام دارقطنیؒ نے ابراہیم بن محمد کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔

واقعہ

ابوعکرمہ ضبی کہتے ہیں:

ابراہیم امام مدینہ منورہ آئے، ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور سواریاں مانگیں، ابراہیم امام نے ان کی سواری کی ضرورت پوری کی، تو ایک انصاری شخص نے ان سے کہا: آپ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے: اعشیٰ شاعر نے کہا:

یریٰ البخل مُرًّا، والعطاء کأنما　　　يلذ به عذبا من الماء باردا

وہ بخل کو کڑوا (قابل نفرت) سمجھتا ہے (اس لیے خوب سخاوت کرتا ہے)

بخشش وسخاوت سے گویا وہ لطف اندوز ہوتا ہے، جیسے ٹھنڈے میٹھے پانی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

وأحلم من قيس وأمضى من الذي　　　بذي الغيل من خفان أصبح حاردا

وہ قیس سے زیادہ بردبار ہے، جب وہ غصہ ہوتا ہے، تو اس شیر ببر سے زیادہ بہادر وجری ہوجاتا ہے جو جھاڑیوں کے درمیان چھپا ہوتا ہے۔

ابراہیم امام نے کہا:

اے انصاری! جس کو تم دیکھ رہو، اس سے زیادہ عطا وبخشش پر ہم قادر نہیں (اس لیے کہ ہم حالتِ سفر میں ہیں، جو میسر تھا، وہ دے دیا) پھر لبید شاعر کا شعر پڑھا

وبنو الديان لا يأتون لا　　　وعلى ألسنهم خفت" نعم"

زينت أحلامهم أحسابهم　　　وكذاك الدين زين للكرم

بنو دیان کے زبانوں پر کلمہ ''لا'' (نہیں کا لفظ) نہیں ہوتا ہے، ان کی زبانوں پر (ہر ضرورت مند کی ضرورت پر) ''نعم'' (جی ہاں ضرور) بہت آسان ہے۔

ان کے خیالات اور کارناموں نے ان کے حسب ونسب کو مزین کر دیا ہے۔

اسی طرح دین شرافت وسخاوت کی زینت کا سبب وذریعہ بنتا ہے۔

(رواه ابن عساکر فی ترجمۃ ابراھیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس: ۵۰۷، ۷/ ۲۰۶)

طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق

طاہر بن حسین مامون کے فوجی جرنیل تھے، مامون نے اپنے بھائی امین کے مقابلے کے لیے انہیں روانہ کیا، طاہر بن حسین نے ان کو شکست دے کر قتل کر دیا، اس کے بعد مامون نے طاہر بن حسین کو عراق اور خراسان کا والی اور گورنر مقرر کر دیا۔

طاہر بن حسین عبداللہ بن مبارک سے روایت بھی کرتے ہیں، وہ بڑے سخی تھے، حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ان کی سخاوت کے بے شمار واقعات کو بیان کیا ہے۔

ابوالحسن جاماسی کہتے ہیں:

ایک خراسانی شخص نے مجھ سے کہا: مجھ سے میرے دوست نے بیان کیا کہ ایک جمعہ میں نے ایک شخص کو پراگندہ وخستہ حالت میں دیکھا، دوسری جمعہ اسی شخص کو ''برذون'' (عمدہ قسم کے گھوڑے) پر سوار دیکھا، میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں تین سال سے طاہر بن حسین کے دروازے پر پڑا ہوا ہوں؛ لیکن میری رسائی ان تک نہیں ہو رہی تھی، آج طاہر بن حسین کے ایک ساتھی نے بتایا ہے کہ آج طاہر بن حسین ''ہاکی'' کھیلنے کے لیے میدان جانے والے ہیں، میں بھی میدان پہنچ گیا، وہاں چاروں طرف چہار دیواری تھی، ایک جگہ سوراخ نظر آیا، اُس سوراخ میں سے میں نے جھانک کر دیکھا، طاہر بن حسین نے مجھ سے کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: اوّلاً اللہ کی پناہ، بعدازاں آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں، میں آپ ہی سے ملاقات کرنے کے لیے آیا ہوں، طاہر بن حسین نے کہا: کیا بات ہے؟ جلدی سے کہو، میں نے کہا: میں نے آپ کے لیے دو شعر تیار کئے ہیں، وہ سنانا چاہتا ہوں، پھر وہ دو شعر سنائے، طاہر بن حسین نے دس ہزار درہم دئے، مزید دس ہزار درہم میرے اہل وعیال کے لیے دئے، (جس کی وجہ سے کسی قدر میری حالت میں سدھار آیا ہے)۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ،۴۸٦٦، ۱۰/۴۸۷)

امام دارقطنیؒ نے طاہر بن حسین کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

واقعہ

احمد بن یزید بن اسید سلمی کہتے ہیں:

میں طاہر بن حسین کے ساتھ مقام ''رقہ'' میں موجود تھا، میں ان کی سواریوں کے آگے آگے چلنے والوں میں شامل تھا، طاہر بن حسین کے پاس مجھے خاص مقام حاصل تھا، میں ان کی مجلس میں داہنی طرف بیٹھتا تھا۔

ایک دن طاہر بن حسین سوار ہوکر ہمارے سامنے آئے، ہم لوگ ان کے آگے آگے چلنے لگے اور مندرجہ ذیل شعر پڑھ رہے تھے:

عليكم بداري ،فاهدموالى، فانها تراث كريم لا يخاف العواقبا

تم میرے گھر کا قصد کرو، اس کو میرے لیے منہدم کردو وہ ایک عمدہ میراث ہے، وہ انجام سے ڈرنے والا نہیں ہے۔

إذا همَّ ،ألقى بين عينيه عزمه وأعرض عن ذكر العواقب جانبا

جب وہ کسی چیز کا پختہ ارادہ کرلیتا ہے، تو اپنی ہمت وعزم کو اپنے مدِنظر رکھتا ہے انجام کے ذکر سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اعراض کرلیتا ہے۔

سأدخص عني العار بالسيف جالبا علي قضاء الله ما كان جالبا

عن قریب میں تلوار کے ذریعے عار کو دور کروں گا اللہ کے فیصلے کے موافق جو بھی سبب عار آئے۔

پھر ''رافقہ'' (رقہ سے متصل ایک شہر کا نام) کے ارگرد کا چکر لگا کر واپس آئے، پھر اپنے دربار میں بیٹھ گئے، مختلف کارگزاریوں کے کاغذات اور دیگر پرچیوں پر نظر ڈالی، ان پرچیوں پر ستر ہ لاکھ درہم کے انعامات کے لیے دستخط کئے۔

ان پرچیوں پر دستخط سے فارغ ہوئے، تو مجھ سے کچھ عرض کرنے کی فرمائش کرتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے، میں نے عرض کیا۔ اللہ امیر کو سلامت رکھے۔ میں نے اس مجلس سے بہتر، خوش حال اور جود وسخا والی مجلس نہیں دیکھی پھر میں نے چند دعائیہ کلمات پیش کرنے کے بعد عرض کیا: اس قدر انعامات اسراف میں شامل ہیں، انہوں نے کہا:

السرف من الشرف.

بعض اسراف کی چیزیں ازقبیلِ مروت ہوتی ہیں، میں نے سورۂ فرقان کی مندرجہ ذیل آیت پیش کرنے کا ارادہ کیا

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا، وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا. (الفرقان:٦٧)

جب اللہ کے خاص بندے خرچ کرتے ہیں، تو وہ اسراف نہیں کرتے، نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں؛ بلکہ ان کا عمل معتدل ومیانہ روی پر مشتمل ہوتا ہے۔

پھر میں نے مندرجہ ذیل آیت ان کے سامنے پیش کی

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ. (الانعام:۱۴۱)

اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

انہوں نے کہا:

اللہ نے سچ فرمایا؛ لیکن ہم نے جو کہا، وہ ٹھیک ہے۔

پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ہم طاہر بن حسین کے بیٹے عبداللہ بن طاہر کے ساتھ اسی محل میں جمع تھے، ایک دن عبداللہ بن طاہر سوار ہوکر مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے آئے:

يا أيها المتمني أن يكون فتى — مثل ابن ليلى، لقد خلا لك سبلا

اے وہ شخص جو آرزو کررہا ہے کہ وہ ابن لیلیٰ کی طرح (قابل فخر) نوجوان بنے، تو اس نے تمہارے لیے راستے کھول دئے ہیں۔

انظر ثلاث خلال قد جمعن له — هل سَبَّ من أحد أو سُبَّ أو بخلا

دیکھ، اس کے لیے تین صفات جمع ہوگئیں ہیں؟ اس نے کسی کو گالی دی ہے؟ یا اس کو گالی دی گئی ہے، یا اس نے بخل کیا ہے۔

(یعنی گالی دینے والا نیک وقابل نہیں ہوسکتا، جس کو گالی دی جارہی ہے، ممکن ہے، وہ بداخلاق ہو، بدتمیز ہو، پھر، وہ کیسے لائقِ تقلید بن سکتا ہے، جو بخل کرے، وہ قابل تعریف اور لائق تقلید کیسے ہوسکتا ہے، لہذا قابل تقلید، قابل فخر اور لائق نوجوان بننے کے

لیے مذکورہ تین باتوں سے صاف ستھرا ہونا چاہیے)

پھر ''رافقہ'' کے اردگرد چکر لگایا، پھر واپس آکر اپنے دربار میں بیٹھ گئے، ہم دربار میں حاضر ہوئے، پھر ان کے سامنے کارگزاریوں پر مشتمل کاغذات اور دیگر درخواستیں پیش کی گئیں، ان درخواستوں پر انعامات وبخششوں کے لیے وہ دستخط کرنے لگے، میں نے ان انعامات کی مجموعی رقم کو شمار کیا، توان کی مقدار ان کے والد صاحب کی رقم سے زیادہ نکلی، وہ رقم ستائیس لاکھ درہم تھی۔

ان درخواستوں پر دستخط سے فارغ ہوئے، تو کچھ عرض کرنے کی فرمائش کرتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے، میں نے ان کے لیے دعا کی، ان کے کارناموں کی تعریف کی، اس کے بعد میں نے عرض کیا: اس قدر سخاوت اسراف ہے، انہوں نے کہا:

السرف من الشرف.

بعض اسراف کی چیزیں از قبیل مروت ہوتی ہیں۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے۔

السرف من الشرف، السرف من الشرف، السرف من الشرف.

میں نے اس جملے کو بار بار دہرایا، انہوں نے مجھ سے کہا: آپ نے مذکورہ بالا جملہ بار بار کیوں دہرایا؟ میں نے ان کے والد محترم کا واقعہ بیان کیا۔

(اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ: عبداللہ بن طاھر بن الحسین: ۳۳۳۵، ۲۹/ ۲۳۰، والخطیب فی تاریخہ باختصار فی ترجمۃ طاھر بن الحسین: ۴۹۱۲، ۷/ ۳۷۶)

عبرت ونصیحت

طاہر بن حسین نہایت سخی وفیاض تھے، ان کا اثر ان کے لائق وفائق فرزند پر پڑا، باپ جیسے سخی تھے، بیٹا بھی ویسے ہی نکلا؛ بلکہ مذکورہ بالا واقعے میں باپ کی بنسبت دس لاکھ درہم زیادہ بخشش کی ہے، ستائیس لاکھ درہم موجودہ زمانے کے اعتبار سے اربوں روپیے کے برابر ہوتے ہیں، جود وسخا ان حضرات کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے ان کو سخاوت کرنے میں کوئی تامل وتردد نہیں ہوتا تھا۔

طلحہ بن طاہر بن حسین

طاہر بن حسین کی وفات کے بعد ان کے بیٹے طلحہ بن طاہر کو مامون رشید نے خراسان کا والی بنایا، سات سال ''خراسان'' کے گورنر رہے، سخی تھے، امام دار قطنیؒ نے ان کا بھی ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

علی بن ہارون شدادی کہتے ہیں:

طلحہ بن طاہر کو خبر پہنچی کہ ان کے پاس عراق کی محصولات (آمدنی) پہنچی ہیں، وہ پچاس لاکھ درہم ہیں، انہوں نے اپنے سکریٹری کے نام تحریر لکھی، ان کی زیارت اور ملاقات کرنے والوں کے نام لکھ کر بھیجا اور کہا کہ اس مال کو ان پر تقسیم کر دیا جائے، چناں چہ وہ سارا مال جو عراق سے آیا تھا، تقسیم کر دیا گیا، مزید پانچ لاکھ درہم خرچ کر دئے، پھر صوبہ ''ری'' کے والی و گورنر کے نام خط لکھا، وہاں کی محصولات و آمدنی طلب کی اور اس آمدنی سے بقیہ انعامات و ہدایا دے دئے، پھر شہر ''بلخ'' میں انتقال ہو گیا، ابو سحبان نے ان کا مرثیہ کہا اور مندرجہ ذیل اشعار کہے ؎

أَلم ببلخ على الْقُبُور مُسلما إِن الْقُبُور حَقِيقَة بالمام

طلحہ بن طاہر ''بلخ'' میں قبروں کو سلام کرنے کے لیے فروکش ہوا، یقیناً قبریں زیارت کرنے کی جگہیں ہیں۔

(اس لیے کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے)

شوقا إِلَى جدث أَقَام بقعره (بقفرة: خطيب)

من كَانَ معتليا على ألأقوام

قبر کے شوق میں بیابان میں اترا جو کہ قوموں میں فائق و برتر تھا۔

یـا قبـر طَلْحَـة ! فِيـك قـوم سيـد

لـمسـودين مـهـذبيـن كـرام

اے طلحہ کی قبر! تیرے اندر قوم کا سردار ہے،

سلیقہ مند اور شریف سرداروں کا سردار ہے،

مـن مـعـشر تروى السيوف أكـفـهـم

جو ایسے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کی ہتھیلیاں ان کی تلواروں کو سیراب کرتی ہیں

لَا يحسـرون سوا عـدا للطـام

تھپڑ لگانے کے وقت وہ لوگ بازؤں پر افسوس نہیں کرتے۔

(کتاب بغداد: ذکر وفاۃ طلحۃ ۱/ ۹۵)

یزید بن مہلب بن ابی صفرہ ازدی

یزید بن مہلب ازدی جن کی کنیت ابوخالد ہے، یہ خلفائے بنوامیہ کے زمانے کے مشہور فوجی قسم کے آدمی تھے، کسی زمانے میں خراسان کے والی بنائے گئے، حجاج بن یوسف نے ان کو معزول کر دیا، یزید بن عبدالملک نے ''بصرۃ'' کا گورنر بنایا، اس سے بغاوت کردی، خود حاکم بن گئے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو گرفتار کیا اور مسلمانوں کے مال کو واپس کرنے کا حکم دیا، جب عمر بن عبدالعزیزؒ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے، تو یزید قید خانے سے فرار ہوگئے، بعد کے بنوامیہ کے خلفاء نے انہیں قتل کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو قید کر دیا، ان کی ملاقات پر پابندی لگادی، سعید بن عمرو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے اور عرض کیا: امیرالمؤمنین! میرے پچاس ہزار درہم یزید کے ذمے ہیں، اگر آپ اجازت دیں، تو ان سے ملاقات کر کے میرے قرضے کا مطالبہ کروں۔

سعید بن عمرو جب یزید کے پاس پہنچے، تو انہیں بہت تعجب ہوا اور دریافت کیا: تم میرے پاس کیسے آگئے؟ حالاں کہ کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: میں امیرالمؤمنین سے جھوٹا حیلہ بتا کر تمہارے پاس پہنچ گیا، یزید نے کہا: پچاس ہزار درہم میرے پاس سے ضرور لے کر جانا، سعید نے قبول نہ کرنے کی قسم کھالی، یزید نے اپنے گھر والوں سے کہلا بھیجا کہ سعید کے گھر پچاس ہزار درہم پہنچا دو۔
(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: ترجمہ ۵۶۲، ۷/۸۲)

امام دارقطنیؒ نے یزید بن مہلب کا ایک مختصر واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

محمد بن زیاد کہتے ہیں:

یزید بن مہلب نے ایک آدمی کے لیے ایک لاکھ درہم بھیجے، پھر ایک پرچی میں لکھا

لم أذكرها تمننا، ولم أدع ذكرها تجبرا،ولم أرد بها جزاء. والسلام.

میں نے ایک لاکھ درہم کا تذکرہ تم پر احسان جتلانے کے لیے نہیں کیا ہے، میں نے ایک لاکھ کے تذکرے کو تجبرا ترک نہیں کیا اور میں تم سے بدلہ نہیں چاہتا، والسلام۔

(تاریخ جرجان باسنادالی الدارقطنی: ذکر مکارم یزید بن المہلب)

عباسی وزیر یعقوب بن داؤد بن عمر

یعقوب بن داؤد عباسی وزیر ہیں، خلیفہ مہدی کے بہت ہی مقرب وزراء میں شامل تھے، ان کا مقام ومرتبہ خلیفہ کی نگاہ میں بہت ہی بلند تھا، یعقوب بن داؤد نے ایک علوی شخص کو خلیفہ کی مرضی کے بغیر رہا کر دیا جس کی وجہ سے خلیفہ مہدی ان سے ناراض ہو گیا اور ایک کنویں میں قید کر دیا، تیرہ سال بعد ہارون رشید نے ان کو کنویں سے باہر نکال کر آزاد کیا، یعقوب بن داؤد بکثرت صدقہ وخیرات، صلہ رحمی، احسان اور سخاوت کرنے والے تھے۔ (تاریخ بغداد، ترجمہ ۷۵۵۹، ۱۴/ ۲۶۴)

امام دارقطنیؒ نے ان کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ

عبداللہ بن طہمان کہتے ہیں:

میرے والد صاحب نے فرمایا: یمامہ سے تعلق رکھنے والی بنوجعدہ کی باندی جس کا نام ''وحشیہ'' تھا، اس نے اپنی اولاد، بھائی اور دیگر گھر والوں سے متعلق ایک ہزار دینار کے عوض کتابت کا معاملہ کیا، اس سلسلے میں تعاون کے لیے یعقوب بن داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مندرجہ ذیل اشعار کہے

أما و معلم التوراة موسیٰ ومرسي البيت في حرم الإلال (اللہ)

سنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت کا علم دینے والے اور اللہ کے حرم میں بیت اللہ کو رکھنے والے کی قسم۔

و باعث أحمد فينا رسولا فعلمنا الحرام من الحلال

احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان رسول بنا کر بھیجنے والے کی قسم جس نے ہمیں حلال وحرام کے درمیان تمیز سکھائی۔

لشهرا نحو يعقوب سرينا فأداني له وقت الهلال

جناب یعقوب صاحب کی خدمت میں حاضری کے لیے ہم ایک ماہ ہم چلتے رہے، ایک ماہ ختم ہونے کے بعد اگلے ماہ کے چاند کے موقع پر ہم ان کے قریب ہوئے۔

أغشني يا فداك أبي وأمي وعمي لا أحاشيه وخالي

میرے ماں باپ، میرے چچا اور میرے ماموں سب آپ پر فدا ہوں۔

يبشرني بنجحي كل طير جرت لي عن يميني أو شمالي

میری کامیابی کی خوش خبری وہ تمام پرندے دے رہے تھے جو میری داہنی اور میری بائیں جانب سے گذر رہے تھے۔

جب یعقوب بن داؤد نے مندرجہ بالا کو اشعار سنا، تو کہا:

تم نے بالکل سچ کہا، تمہاری نیک فالی بالکل درست ثابت ہوئی ہے، یہ کہہ کر ایک ہزار دینار دے دئے اور کہا: چلے جاؤ، اپنے رشتہ داروں کو (غلامی سے) چھڑا لو اور انہیں میرے پاس لے آؤ، چناں چہ اُس اللہ کی بندی نے ایسے ہی کیا، اپنے اہل وعیال کے ساتھ ساری زندگی یعقوب بن داؤود کے پاس قیام کیا۔

(اخرجہ الخطیب فی ترجمۃ: یعقوب بن داود بن عمر بن طہمان: ۷۷۵۹، ۱۴/ ۲۶۴)

عبرت ونصیحت

ایک باندی نے اپنے اہل خانہ کی آزادی کے لیے یعقوب بن داؤد سے مدد طلب کی، انہوں نے آزادی کے لیے بدلِ کتابت کا انتظام کیا اور مزید احسان کرتے ہوئے ساری زندگی ان کو اپنے پاس رکھ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ بھی کیا۔

عبدالرحمٰن کندی

امام دارقطنیؒ نے عبدالرحمن کندی کا ایک واقعہ ذکر فرمایا:

واقعہ

ابوالعباس محمد بن یونس کہتے ہیں:

میں ابونعیم کے پاس تھا، ان کے پاس ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کسی شخص کی حاجت روائی کے سلسلے میں اُن سے بات کرنے کے لیے آئے، ابونعیم نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! مجھے رسوا نہ کرو، شریف لوگ سب دنیا سے چلے گئے ہیں، بیٹے نے باپ سے اُس شخص کی حاجت روائی کے لیے اصرار کیا، انہوں نے بیٹے کو ڈانٹ پلا دی، (تھوڑی دیر بعد) میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: محمد بن یونس! میں نے عرض کیا: حاضرِ خدمت ہوں، انہوں نے فرمایا: لوگوں سے استغناء بہت بڑی دولت ہے، پھر انہوں نے مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا:

حفص بن غیاث، محمد بن بشر اور ان کے ساتھ مزید ایک شخص، کل تین لوگ میرے پاس آئے، ان دونوں حضرات نے کہا: ابونعیم! اس آدمی کی ایک ضرورت ہے، لہذا تم ہمارے ساتھ عبدالرحمن کندی کے پاس چلو۔

ابونعیم کہتے ہیں:

عبدالرحمٰن کندی سخی اور شریف انسان تھے، ہم سب لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، محمد بن بشر نے گفتگو شروع کی اور کہا: ابومحمد (عبدالرحمٰن کندی کی کنیت) ہم تمہاری خدمت میں ایک ضرورت کی وجہ سے حاضر ہوئے ہیں، ہم آپ کی عزت پر حملہ نہیں کریں گے، آپ سے مال نہیں مانگیں گے، آپ سے منصب کا سوال نہیں کریں گے، اس گفتگو پر عبدالرحمن کندی غصے ہو گئے اور کہا: کیا مجھ جیسا انسان ان کاموں کو نہیں کر سکتا؟ کہ تم مجھ سے مال نہیں مانگو گے، میری عزت پامال نہیں کرو گے اور منصب نہیں مانگو گے؟

غصہ کرتے ہوئے گھر کے اندر چلے گئے۔

میں نے ان حضرات سے عرض کیا: آج ہم عبدالرحمن کندی کو چھوڑ دیتے ہیں، کل دوبارہ ہم ان کے پاس آتے ہیں، چناں چہ ہم دوسرے دن ان کے پاس حاضر ہوئے، میں نے کہا: ابوعمر (حفص بن غیاث کی کنیت) کل محمد بن بشر نے بات بگاڑ دی ہے، تم بات شروع کرو۔

چناں چہ حفص بن غیاث نے عبدالرحمٰن کندی سے بات چیت شروع کی اور کہا: ابو محمد (عبدالرحمن کندی کی کنیت) ہم آپ کے سامنے ایک ضرورت لے کر آئے ہیں، آپ کو اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا پورا اختیار ہے۔

عبدالرحمٰن کندی نے کہا:

وہ کیا ضرورت ہے؟

حفص بن غیاث نے کہا:

جو آدمی ہمارے ساتھ ہے، آپ نے اس شخص سے ایک زمین ایک لاکھ درہم میں خریدی ہے، یہ زمین اس کی اور اس کے اہل وعیال کے لیے معاش اور گذر بسر کا واحد ذریعہ ہے، ہم آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے ہیں؛ تاکہ آپ اس کے ساتھ اقالہ (معاملے کو ختم) کرلیں اور ایک لاکھ درہم آپ لے لیں (؛تاکہ اس شخص کے پاس اس کی آمدنی اور معاش کا ذریعہ باقی رہے، رقم خرچ ہوجائے گی، یہ شخص آپ سے معاملہ ختم کرنا چاہتا ہے)

عبدالرحمن کندی نے کہا:

میرے لیے معاملہ ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، پھر اپنے لڑکے سے کہا: بیٹا! اس آدمی کا کفالت وضمان نامہ لے آؤ (زمین کی دستاویزات اور کاغذات) چناں چہ بیٹے نے ضمانت نامہ حاضر کیا۔

پھر عبدالرحمن کندی نے ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا: ابوعمر (حفص کی کنیت) ابوعبد اللہ (محمد بن بشر کی کنیت) ابونعیم (راوی کی کنیت) تم سب لوگ میرے لیے گواہ رہو کہ یہ زمین اپنے تمام حقوق سمیت اُسی شخص کی ہوگی، اس زمین پر میرا کوئی حق نہ ہوگا، نہ کسی

قسم کا دعوی ہوگا، نہ کسی قسم کا مطالبہ، بیٹے !اس شخص کو مزید ایک لاکھ درہم دے دو اور اس زمین کا ضمان میرے ذمہ ہے۔(یعنی خریدنے کے بعد جو منافع حاصل کیا ہے، اس کی واپسی بھی میرے ذمہ ہے)

ابونعیم کہتے ہیں:

نحن الیوم فی کسیر وعویر.

آج ہم کسیر اوعویر میں مبتلا ہیں۔

(دوطرف سے پہنچنے والی مصیبت کے موقع پر یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ہماری زبان میں دو جہت سے پہنچنے والے نقصان کے موقع پر کہا جاتا ہے ''نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم''۔

ابونعیم یہ کہنا چاہتے ہیں: اگر ہم اس آدمی کی مدد کرنا چاہتے، تو ہم بھی مدد کر سکتے تھے، ذریعہ معاش کے لیے کوئی دوسری زمین اس شخص کو دے سکتے تھے، یا نقد رقم دے سکتے تھے، دونوں باتیں ہم سے نہیں ہوسکیں)

(صلاح الامۃ فی علو الھمۃ ،المجلد الثانی: سید بن حسین العفانی عزہٗ الی تاریخ ابن عساکر)

عبرت ونصیحت

ایک مجبور شخص اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنی زمین جو اس کے اہل وعیال کے نفقے اور آمدنی کا واحد ذریعہ تھی ،فروخت کر دیا ،شاید عبدالرحمن کندی کو اس بات کا علم نہ ہوگا، پھر اس غریب شخص کو افسوس ہوا، خود ان کے پاس اس مقصد کے لیے حاضری مشکل تھی، اس لیے ان بزرگوں کو سفارش کے لیے لے گیا اور ان حضرات نے عبدالرحمن کندی سے معاملے کو ختم کرنے کی درخواست کی ،عبدالرحمن کندی نے وہ زمین بھی اس شخص کو دے دی ، قیمت بھی واپس نہیں لی اور مزید ایک لاکھ درہم اس غریب آدمی کو دے دئے ،ایسے مواقع میں ہمارا حال یہ ہوتا ہے مجبور شخص سے کم سے کم قیمت پر چیز حاصل کر لیتے ہیں، اس کی زندگی کا کوئی سہارا باقی رہے، یا نہ رہے، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ،صاحب معاملہ کو افسوس ہو، معاملے کو ختم کر کے واپس لینا چاہے، تو واپس کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

معن بن زائدہ

امام دارقطنیؒ نے معن بن زائدہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

واقعہ

قاسم بن علی کہتے ہیں:

مجھ سے مروان بن ابوحفصہ نے کہا: میں معن بن زائدہ کے پاس حاضر ہوا، ان کے سامنے قصیدہ پڑھا۔

هاجَت هَواكَ بَواكِرُ الأَظعانِ يَومَ اللِوى فَظَلِلْتَ ذا أَحزانِ

۔ ابتدائی ایام میں آپ کے شوق نے ہلچل مچادی تھی مصیبت (مڑبھیڑ و جنگ) کے دن آپ غم میں مبتلا ہوگئے۔

جب میں اپنے اس شعر پر پہنچا۔

لَولا رَجاؤُكَ ما تَخَطَّت ناقَتي أَرضَ الدَبيلِ وَلا قُرى نَجرانِ

اگر آپ سے امید نہ ہوتی، تو میری اونٹی ''دبیل'' اور ''نجران'' کی بستیاں طے نہ کرتی، تو انہوں نے کہا: تم نے بالکل سچ کہا۔

جب میں اس شعر پر پہنچا۔

مطر أبوك أبو الفوارس، والذي بالخيل حاز هجائن النعمان

تیرے والد ابوالفوارس (سخاوت میں مثل) بارش ہیں، گھوڑوں کے ذریعے نعمان بن منذر کے عمدہ اونٹیاں حاصل کرلیں۔

معن بن زائدہ نے مجھ سے کہا: یہ دن آپ کو کہاں نصیب ہوگا؟

میں نے عرض کیا:

أصلح الله الأمير لهو أشهر من كذا لشئ ذكره

اللہ امیر کے حال کو سلامت رکھے، یہ بات فلاں واقعے سے زیادہ مشہور

ہے (کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ کیا)

معن بن زائدہ بہت خوش ہوگئے، پھر میں نے اپنا وہ قصیدہ سنایا جس کی ابتداء اس طرح ہے:

مسحت ربيعةوجه معن سابقا　　　لماجرى وجدى ذوالاحسان

گذشتہ ایام میں جب معن بن زائدہ چلے، تو ربیعہ نے (عزت واحترام کے ساتھ) ان کے چہرے کو مس کیا (پیشانی کو بوسہ دیا)

اور احسان کرنے والے شریف لوگوں نے سخاوت کی۔

شعر معن بن زائدہ کو بہت پسند آیا، پھر انہوں نے کہا: جس دن بھی میں ان کے دربار میں جاؤں، تو ان کے پیشانی کو بوسہ دوں اور ان کو یہ شعر سناؤں۔

(اخرجہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق فی ترجمۃ مروان بن سلیمان بن یحیی بن ابی حفصہ: ۱۷، ۷۳، ۲۹۲/۵۷)

محمد بن عباد

محمد بن عباد ازدی بصری سخاوت میں مشہور تھے، ان سے یہ مثل مشہور ہے

منع الموجود سوء ظن بالمعبود.

موجود چیز میں بخل کرنا، ضرورت مند کو نہ دینا، یہ خالق کے ساتھ بدگمانی اور غلط فہمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

امام دارقطنیؒ نے محمد بن عباد کا ایک واقعہ نقل فرمایا۔

واقعہ

یزید بن مہلب کہتے ہیں:

میرے والد صاحب نے بیان کیا: کہ منصور بن مہدی نے محمد بن عباد کے دربار میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں قرض، تنگ دستی، بادشاہِ وقت کی بے رخی اور بے مروتی کا ذکر کیا، تو محمد بن عباد نے منصور بن مہدی کے پاس دس ہزار دینار روانہ کردئے۔

(اخرجہ الخطیب فی تاریخہ فی ترجمۃ: محمد بن عباد بن عباد المہلب: ۱۱۹۷، ۳۵۶/۲)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے: میں بخیل شخص کی تعدیل نہیں کرتا، (علم حدیث میں قابل اعتبار نہیں قرار دیتا ہوں)، میں نے عرض کیا: آپ بخیل کو عادل (قابل اعتبار) کیوں قرار نہیں دیتے؟ کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: بخیل شخص کو اس کا بخل اس کے حق کی وصولی سے متعلق چیزوں کو گن گن کر (پورے حساب وکتاب کے ساتھ) مکمل طور سے حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اس لیے کہ اس کو خسارہ اور کمی کا خوف ہوتا ہے، جس شخص کا اپنے حق کی وصولی میں اس طرح کا رویہ ہوگا، اس کی امانت داری قابل اطمینان واعتبار نہیں ہوگی۔ (اس لیے کہ بخل کی وجہ سے اپنا تھوڑا بھی حق چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، پھر ممکن ہے کہ اپنے حق کی وصولی سمجھ کر اپنے حق سے زیادہ وصول کرلے۔

(کتاب الاسخیاء للدارقطنی)

فہرست مصادر ومراجع

اسماء کتب	اسماء مصنّفین	مطبع
(۱) قرآن مجید	رب العالمین	لوح محفوظ
(۲) الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ	فیصل دیوبند
(۳) صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیریؒ	فیصل دیوبند
(۴) الجامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	فیصل دیوبند
(۵) مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبلؒ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۶) المستدرک للحاکم	حاکم ابوعبداللہؒ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۷) مصنف ابن شیبہ	ابن ابی شیبہؒ	مکتبۃ الزمان، المدینۃ المنورۃ
(۸) تہذیب الاثار	محمد بن جریر طبریؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۹) الترغیب والترھیب	ابن شاہینؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۰) مسند شہاب الخزاعی	محمد بن سلامہ القضاعیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۱) شعب الایمان	احمد بن حسین البیھقیؒ	دار الفکر، بیروت
(۱۲) مجمع الزوائد	نور الدین ہیثمیؒ	دار ابن حزم، بیروت
(۱۳) اللآلئ المصنوعۃ	علامہ سیوطیؒ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
(۱۴) سیرۃ ابن ہشام	جمال الدین ابن ہشام	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۵) الطبقات الکبری	محمد بن سعدؒ	دار الفکر، بیروت
(۱۶) التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری	دار الفکر، بیروت
(۱۷) تاریخ بغداد	ابوبکر خطیب بغدادیؒ	دار الفکر، بیروت
(۱۸) تاریخ دمشق	حافظ ابن عساکرؒ	دار الفکر، بیروت
(۱۹) کتاب بغداد	احمد بن ابی طاھر ابن طیفور	المکتبۃ الشاملۃ

(۲۰)المنتظم فی تاریخ الملوک والامم	ابن الجوزیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۲۱)صفۃ الصفوۃ	ابن الجوزیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۲۲)الاصابہ فی تمیز الصحابہ	حافظ ابن حجرؒ	دار الفکر، بیروت
(۲۳)الاستیعاب	حافظ ابن عبد البرؒ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۲۴)الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	حافظ ابن حجرؒ	دار الفکر، بیروت
(۲۵)اسد الغابۃ	ابن الاثیرؒ	دار المعرفۃ بیروت
(۲۶)سیر اعلاء النبلاء	علامہ ذھبیؒ	دار الحدیث، قاہرہ
(۲۷)حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم اصبہانیؒ	مکتبۃ الایمان
(۲۸)البدایۃ والنہایۃ	حافظ ابن کثیرؒ	دار الفجر، قاہرہ
(۲۹)تاریخ جرجان	ابو القاسم جرجانی	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۰)شذرات الذھب	بن العماد الحنبلیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۱)بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب	کمال الدین ابن العدیم	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۲)وفیات الاعیان	ابن خلکانؒ	دار الکتب، بیروت
(۳۳)فوات الوفیات	محمد بن شاکرؒ	المکتبۃ الشاملۃ

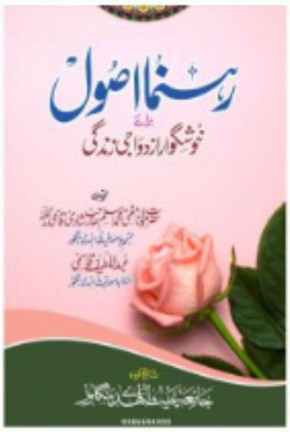

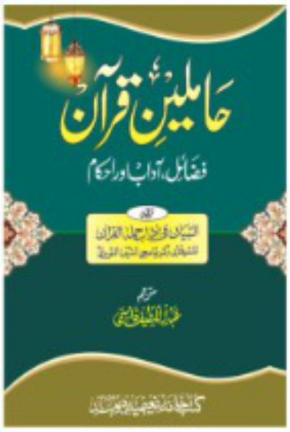

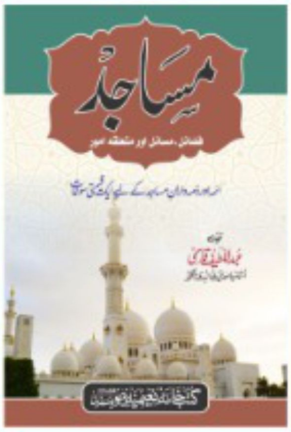

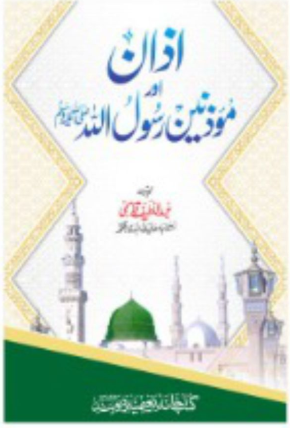

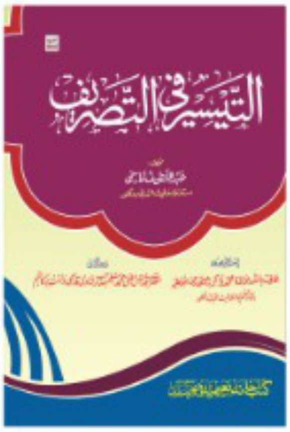

Noor Graphics

KUTUB KHANA NAIMIA

Jama Masjid, Deoband U.P. India
Whatsapp No. 9756202118, 9897949325, 9557895550
Email: naimiabookdepot@yahoo.com

300/-